﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

# الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 17 | جمعۃ المبارک 16/اپریل 2010ء | یکم جمادی الاوّل 1431 ہجری قمری ❁ 16/شہادت 1389 ہجری شمسی | شمارہ 16

## ذکرالٰہی۔شیطان سے حفاظت کا قلعہ

حضرت حارث الاشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو اور ذکر الٰہی کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کرتے رہے ہوں یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک نہایت مضبوط قلعہ میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا۔اسی طرح بندہ شیطان سے بچ نہیں سکتا مگر اللہ کی یاد کے سہارے۔

(جامع ترمذی کتاب الامثال باب مثل الصلوٰۃ حدیث نمبر 2790)

## ﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

**آنحضرت ﷺ کا جسمانی فرزند تو کوئی تھا نہیں۔آپؐ کو اس قدر روحانی اولاد عطا کی گئی جس کا شمار بھی نہیں ہوسکتا۔ روحانی اولاد ہی کے ذریعہ آنحضرت ﷺ زندہ نبی ہیں کیونکہ آپؐ کے انوار و برکات کا سلسلہ برابر جاری ہے۔**

قرآن مجید نے ایک طرف تو سلسلہ محمد یہ کو سلسلہ موسویہ کا مثیل ٹھہرایا۔دوسری جگہ سلسلہ موسوی کی طرح خلفاء بنانے کا وعدہ کیا۔پھر کیا دونوں سلسلوں کا طبعی توافق ظاہر نہیں کرتا کہ اس اُمّت میں خلفاء اسی رنگ کے قائم ہوں؟ سلسلۂ موسویہ میں تیرھواں خلیفہ مسیح تھا۔پھر کیا وجہ ہے کہ سلسلہ محمدیہ میں تیرھواں خلیفہ مسیح نہ کہلائے؟

’’مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ میری مخالفت میں کچھ ایسے اندھے ہو رہے ہیں کہ وہ اس کے انجام اور نتائج سے بالکل بے خبر اور بے پرواہ ہو رہے ہیں۔کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر آپؐ کا سلسلہ آپؐ سے ہی شروع ہو کر آپؐ ہی پر ختم ہو گیا تو آپ اَبتر ٹھہریں گے (معاذ اللہ)۔حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ (الکوثر:4) یعنی تجھے تو ہم نے کثرت کے ساتھ روحانی اولاد عطا کی ہے جو تجھے بے اولاد کہتا ہے وہی ابتر ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی فرزند تو کوئی تھا نہیں۔اگر روحانی طور پر بھی آپ کی اولاد کوئی نہیں تو ایسا شخص خود بتاؤ کیا کہلاوے گا؟ میں تو اس کو سب سے بڑھ کر بے ایمانی اور کفر سمجھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی نسبت اس قسم کا خیال بھی کیا جاوے اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (الکوثر:2) کسی دوسرے نبی کو نہیں کہا گیا۔یہ تو آنحضرت ﷺ ہی کا خاصہ ہے۔آپؐ کو اس قدر روحانی اولاد عطا کی گئی جس کا شمار بھی نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ قیامت تک یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔روحانی اولاد ہی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں کیونکہ آپؐ کے انوار و برکات کا سلسلہ برابر جاری ہے۔اور جیسے اولاد میں والدین کے نقوش ہوتے ہیں اسی طرح روحانی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور فیوض کے آثار اور نشانات موجود ہیں۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ۔

صوفیوں نے اس حدیث عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کو صحیح مانا ہے اور فی الحقیقت یہ صحیح ہے اور یہودیوں پر اسی سے مار پڑتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس اُمّت کو ایسا شرف عطا فرمایا کہ علماء اُمّت کو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل ٹھہرایا۔علماء کے لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔عالم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:29) یعنی بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے وہی عالم ہیں۔ان میں عبودیت تامہ اور خشیت اللہ اس حد تک پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے ایک علم اور معرفت سیکھتے ہیں اور اسی سے فیض پاتے ہیں اور یہ مقام اور درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپؐ سے پوری محبت سے ملتا ہے یہاں تک کہ انسان بالکل آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32)۔یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔اس اتباع کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔پس اب اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ جب تک انسان کامل متبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ سے فیض و برکات پا نہیں سکتا اور معرفت اور بصیرت جو اس کی گناہ آلود زندگی اور نفسانی جذبات کی آگ کو ٹھنڈا کر دے عطا نہیں ہوتی۔ایسے لوگ ہیں جو عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کے مفہوم کے اندر داخل ہیں۔

غرض ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا کہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (الکوثر:2) اور دوسری طرف اس امت کو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ (آل عمران:111) کہا تاکہ یہودیوں پر زد ہو۔مگر میرے مخالف عجیب بات کہتے ہیں کہ یہ اُمّت باوجود خیر الاُمّت ہونے کے پھر شر الاُمّت ہے۔بنی اسرائیل میں تو عورتوں تک کو شرف مکالمہ الٰہیہ دیا گیا۔مگر اس اُمّت کے مرد بھی خواہ کیسے ہی متقی ہوں اور خدا تعالیٰ کی رضا جوئی میں مریں اور مجاہدہ کریں مگر ان کو حصہ نہیں دیا جائے گا اور یہی جواب اُن کے لئے خدا کی طرف سے ہے کہ بس تمہارے لئے مہر لگ چکی۔اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گستاخی اور اس پر سوءِ ظن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اسلام کی ہتک کیا ہوگی۔دوسری قوموں کو ملزم کرنے کے لئے یہی تو زبردست اور بے مثل اَوزار ہمارے ہاتھ میں ہے اور اسی کو تم ہاتھ سے دیتے ہو۔

پھر ایک اور بات قابل غور ہے۔اللہ تعالیٰ نے دو سلسلے قائم کئے تھے۔پہلا سلسلہ سلسلۂ موسوی تھا۔دوسرا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ یعنی محمدی سلسلہ۔اور اس دوسرے سلسلہ کو مثیل ٹھہرایا۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مثیل موسیٰ کہا گیا تھا۔توریت کی کتاب استثناء میں یہی لکھا تھا کہ تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی اٹھاؤں گا۔اور قرآن شریف میں یہ فرمایا۔اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل:16) یعنی بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم پر شاہد ہے۔اسی طرح یہ رسول بھیجا گیا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا گیا تھا۔(یعنی موسیٰ کی طرح)۔ اب غور کرو کہ اس میں کَمَا کا لفظ صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں بھی کمالات و برکات کی کمی نہ ہوگی۔

پھر سورہ نور میں آیت استخلاف میں بھی یہی کَمَا کا لفظ آیا۔وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (سورۃ النور:56) اسی اُمّت کے اب مومنین اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے خلافت کا وعدہ کیا گیا۔اسی طرح پر جس طرح بنی اسرائیل میں خلفاء کئے گئے تھے۔یہاں بھی وہی کَمَا کا لفظ موجود ہے۔ایک طرف تو اس سلسلہ کو سلسلہ موسویہ کا مثیل ٹھہرایا۔دوسری جگہ سلسلہ موسوی کی طرح خلفاء بنانے کا وعدہ کیا۔پھر کیا دونوں سلسلوں کا طبعی توافق ظاہر نہیں کرتا کہ اس اُمّت میں خلفاء اسی رنگ کے قائم ہوں؟ ضرور کرتا ہے۔اور اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں کہ سلسلہ موسویہ میں تیرھواں خلیفہ مسیح تھا۔پھر کیا وجہ ہے کہ سلسلہ محمّدیہ میں تیرھواں خلیفہ مسیح نہ کہلائے؟ اس لئے ضرور تھا کہ آنے والے کا نام مسیح رکھا جاتا۔یہی سِرّ ہے جو خدا تعالیٰ نے اس اُمّت میں بھی ایک مسیح کا وعدہ کیا‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 433 تا 435۔جدید ایڈیشن )

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

# عالم روحانی کے لعل و جواھر

(مولانا دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت)

## پُرانوار خلیفہ کا نورانی تحفہ

سیدنا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے وصال مبارک سے صرف چند ماہ قبل فرمایا:

’’ہم نے تو اپنی بہو اور بیٹے کو دو قرآن مجید، دو صحیح بخاری اور ان کے لئے رحل اور حزب المقبول، فتوح الغیب اور براہین احمدیہ اور الماری اور تہجد کے لئے لالٹین اور لوٹا دیئے ہیں اور بس‘‘۔

(الفضل 6/اگست 1914ء صفحہ 1)

حضور اقدس کی مراد اپنے صاحبزادہ حضرت مولوی عبدالحیٔ صاحب سے ہے جن کی شادی حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کی نورچشم صاحبزادی فاطمہ کبریٰ سے 2/اگست 1913ء کو ہوئی۔

## کچھ ذکر دین کے شہزادوں یعنی موعود ابنائے فارس کا

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کی حضرت مسیح الزماں کی مبارک و مبشر اولاد سے والہانہ الفت اور شیفتگی کے سلسلہ میں آپ کے تلمیذ خاص مولوی سلیم اللہ صاحب پنشنر مدرس اوکاڑہ ضلع ساہیوال کی ایک نہایت درجہ ایمان افروز روایت:

آپ سیدنا محمودؓ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مجھے یاد ہے کہ خلافت اولیٰ میں آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کو گول کمرے میں سبق پڑھاتے تھے اور مَیں وہاں آپ کے لئے قہوہ لے کر جاتا۔ جب مَیں دروازہ پر دستک دیتا تو صاحبزادہ صاحب اٹھ کر دروازہ کھولتے اور قہوہ کے ٹرے پکڑ لیتے اور مولوی صاحب کے سامنے رکھ دیتے۔ مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ جب قہوہ لاؤ، السلام علیکم کہو اور آواز دو تا کہ مَیں آواز پہچان کر خود اٹھ کر ٹرے لے لیا کروں۔ لیکن باوجود اس کے بعض دفعہ صاحبزادہ صاحب ہی قہوہ پکڑ لیتے۔ اس پر مولوی صاحب نے مجھے قہوہ وہاں پہنچانے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ چونکہ صاحبزادہ صاحب بعض دفعہ ٹرے پکڑ لیتے ہیں مجھے اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آپ عالی شان وجود ہیں اور بعض پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔

آپ دیگر صاحبزادگان کا بھی بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب نے آپ سے پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے اس پر خوشی سے آمادگی کا اظہار کیا لیکن صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ مَیں خود آپ کے پاس آیا کروں گا لیکن آپ اس پر رضامند نہ ہوئے اور بالآخر اس امر پر آمادہ کر لیا کہ آپ ان کی کوٹھی پر پہنچ کر پڑھایا کریں گے۔ چنانچہ آپ عصر کے بعد صاحبزادہ صاحب کی کوٹھی پر پہنچتے اور پڑھاتے حالانکہ کوٹھی تعلیم الاسلام کالج کے قریب آپ کے مکان سے جو شہر میں تھا بہت دور تھی۔

ایک دفعہ جبکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب افسر مدرسہ احمدیہ تھے ہم کھیل کے معاملہ میں آپ کو ناراض کر کے واپس چلے آئے۔ حضرت مولوی صاحب کو علم ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس شخص کی کیا شان ہے اور یہ کون ہے۔ تم نے سخت غلطی کی۔ آپ کو اتنا ناگوار گزرا کہ ہم آپ کے سامنے آنکھ بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ اگلے روز ہمیں حضرت صاحبزادہ صاحب نے دفتر میں بلوایا۔ قبل اس کے کہ آپ ہمیں کچھ کہتے ہم سب رونے لگے۔ اس پر آپ کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں اور فرمایا کہ مَیں تو آپ سے بھائیوں جیسا سلوک کرتا۔ ان الفاظ سے ہم اور بھی زیادہ رونے لگے۔ جس پر آپ نے ازراہ شفقت فرمایا کہ جاؤ اپنی جماعتوں میں کوئی بات نہیں۔ مَیں نے اس تفصیل کا ذکر حضرت مولوی صاحب سے کیا تو آپ نے ایک خاصی لمبی تقریر فرمائی جس میں فرمایا۔ میاں! تمہیں معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے لئے کس قدر دعائیں کی ہیں۔ یہ آیت اللہ ہیں ان کی جتنی عزت کرو کم ہے اور پھر بتایا کہ مَیں حضرت صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) والی جماعت میں آپ کے احترام کی وجہ سے کرسی پر بھی نہیں بیٹھتا تھا۔ (ایضاً صفحہ 432-433)

حق تو یہ ہے کہ ثریا سے واپس ایمان لانے والے دین کے ان شہزادوں کی الفت اکثر صحابہ مسیح دوران کے رگ وریشہ میں ایسی رچی بسی تھی جو بے ساختہ ہر موقع پر چشمۂ صافی کی طرح جاری ہو جاتی تھی۔

## ربوہ کی مضافاتی کالونیاں

ربوہ کے مضافات میں جو کالونیاں بنائی گئی ہیں وہ عام مشترکہ کھاتہ جات میں ہیں۔ اس لئے بعد از خرید پلاٹس کا قبضہ حاصل کرنے میں تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ جو احباب پلاٹ خریدنا چاہیں وہ سیکرٹری صاحب مضافاتی کمیٹی دفتر صدر عمومی سے مشورہ اور رہنمائی حاصل کر لیں تا کہ بعد میں ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ رہیں۔

(صدر مضافاتی کمیٹی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ)

## خلافت دائمی ہوگی

خلافت کی محبت میں دلوں کو یوں فنا رکھنا
کوئی مسلک اگر رکھنا تو تسلیم و رضا رکھنا
سَمِعْنَا اور اَطَعْنَا میں چھپی روح خلافت ہے
یہ نکتہ بھول مت جانا اسے دل میں بسا رکھنا
بہت سے ابتلا آئیں گے ہمت ہار مت دینا
سدا باحوصلہ رہنا سدا خوئے وفا رکھنا
خدا کے فضل و احساں سے بہاریں ان گنت آئیں
بہاریں اَن گنت آئیں گی دروازہ کھلا رکھنا
یہ لعل بے بہا ہے گوہر نایاب ہے پیارو
خلافت کی حفاظت اپنی جانوں سے سوا رکھنا
اگر منصب خلافت کا کبھی قربانیاں مانگے
تو جان و مال وقت ، اولاد ، ہر شئے کو فنا رکھنا
یہ راہ عشق ہے اہل یقیں کی رہ گزر ہے یہ
نہ دل میں وسوسہ رکھنا ، نہ لب پہ چوں چرا رکھنا
شہادت دو عمل سے جب بھی اقرار وفا باندھو
فقط لفظی شہادت پر نہ ہرگز اکتفا رکھنا
جو اقرار بیعت باندھا ہے یوں اس کو نبھانا ہے
جلا کر کشتیاں ساری خدا کا آسرا رکھنا
خدا کے در پہ رونا گڑگڑانا عاجزی کرنا
کسی انسان کے آگے نہ دست التجا رکھنا
تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں کمزوریاں اپنی
سو استغفار سے دن رات ہونٹوں کو سجا رکھنا
یہ تیر بے خطا ہے نسخہ اکسیر ہے پیارو
خدا کے در پہ پھیلائے ہوئے دست دعا رکھنا
اگر تقویٰ پہ عؔرشی مرد و زن قائم رہے دائم
خلافت دائمی ہوگی ، سو خود کو پارسا رکھنا

(ارشاد عؔرشی ملک۔ پاکستان)


## الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دیجئے

احباب کی اطلاع کے لئے الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دینے کے نرخ حسب ذیل ہیں:

| | |
|---|---|
| Size: 60mm x 60mm | £ 21.15 each |
| Size: 50mm x 120mm | £ 31.73 each |
| Size: 90mm x 120mm | £ 52.88 each |
| Size: 165mm x 120mm | £ 84.60 each |

(مینیجر)

# مَصَالِحُ الْعَرَب

## (عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
## حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
## گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

**قسط نمبر89**

## بلاد عربیہ میں عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مربیان کی روانگی
## (2)

پچھلی قسط میں ہم نے مکرم عبدالمجید عامر صاحب کے سیریا میں قیام کے بعض واقعات کا تذکرہ کیا تھا۔ان کے قیام کے دوران ہی وہاں پر عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مزید مربیان بھیجنے کی کارروائی ہونا شروع ہوئی اور وہاں کے بعض احمدی احباب کی کوششوں سے ہم چار مربیان (محمد احمد نعیم صاحب، داؤد احمد عابد صاحب، نوید احمد سعید صاحب اور خاکسار محمد طاہر ندیم) کو وہاں پر غیر ملکیوں کو عربی سکھانے والے ایک حکومتی انسٹیٹیوٹ میں داخلہ مل گیا جس کی بناء پر ویزے کا حصول بھی نسبتاً آسان ہوگیا اور ہم 30/ستمبر 1994ء کو ربوہ سے شام کے لئے عازم سفر ہوئے اور یکم اکتوبر کی صبح دمشق پہنچ گئے۔

مکرم محمد احمد نعیم صاحب نے 1990ء میں، مکرم داؤد احمد عابد صاحب اور نوید احمد سعید صاحب نے 1991ء میں جبکہ خاکسار نے 1992 میں جامعہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔1992ء میں ہم چاروں کا تخصص ادب عربی اور صرف ونحو میں ہوا۔تخصص کے ساتھ ساتھ جامعہ میں بعض کلاسوں میں عربی اور صرف ونحو کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا تا آنکہ شام جانے کی کارروائی مکمل ہوگئی۔

دمشق پہنچ کر حکومتی انسٹیٹیوٹ میں ہمارے داخلہ کی رسمی کارروائی کے بعد کلاسیں شروع ہوگئیں جو ہفتہ میں دوتین دن شام کے وقت مختصر دورانیہ کی کلاسوں کی شکل میں تھیں۔ اس انسٹیٹیوٹ میں تقریباً ڈیڑھ سال تک تعلیم حاصل کی، پھر دمشق یونیورسٹی کے تحت غیر ملکیوں کو عربی سکھانے والے ایک انسٹیٹیوٹ میں تین ماہ کا ایک کورس مکمل کیا۔اس کے بعد کوشش کی تو دمشق یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا اور پھر یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے کے لئے چار سال مزید وہاں قیام کیا۔یوں تقریباً چھ سال یعنی 1994ء سے لے کر 2000ء تک سیریا میں قیام رہا۔اب اس عرصہ کی یادیں، واقعات، اور قابل ذکر امور پیش خدمت ہیں۔

### جماعتی حالات

گو کہ شام کی جماعت بہت پرانی ہے لیکن ایک لمبے عرصہ تک حکومتی پابندیوں کی وجہ سے جماعتی سرگرمیوں کی اجازت نہ ہونے کے سبب افراد جماعت تو موجود تھے مگر جماعت کی کوئی صورت موجود نہ تھی۔اور اس پابندی پر لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود بڑی عمر کے احمدی تو ابھی تک احمدیت پر قائم تھے لیکن آپس میں میل ملاپ کی کمی اور جماعتی سرگرمیوں اور اجتماعات کے نہ ہونے کی وجہ سے آئندہ نسل احمدیت سے قدرے دور ہوگئی تھی۔ نیز نئی نسل کے اکثر نوجوان پرانے احمدیوں کو جانتے تک نہ تھے۔اس عرصہ میں ان کو نہ تو آپس میں بیٹھنے اور جماعت کے حالات سننے سنانے کا کوئی قابل ذکر موقعہ ملا تھا، نہ آپس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام کی سیرت کے ایمان افروز واقعات کے تذکرے ہوئے۔ اس لئے ان میں احمدیت کا حقیقی رنگ منتقل نہیں ہوسکا تھا۔

### ایک خوشگوار تبدیلی

ہمارے شام میں پہنچنے کے بعد ہمیں مرکز کی یہی ہدایت تھی کہ آپ کے قیام کی غرض عربی زبان کی تعلیم ہے اس کے علاوہ وہاں کے احمدیوں سے میل ملاپ میں بھی ملکی قوانین کو ملحوظ رکھیں۔وہاں کے قوانین وحالات تو اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی دینی سرگرمیاں منعقد ہوں۔تاہم ملنے ملانے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔لہذا جب جب احمدیوں کو پتہ چلا وہ ہمیں ملنے کیلئے آتے رہے۔ دوسری طرف ہم بھی وقتاً فوقتاً پرانے اور نئے احمدیوں سے ملنے کے لئے آتے جاتے رہتے تھے۔کئی دفعہ ایسے ہوتا کہ ہمارے ہاں کوئی بزرگ احمدی تشریف لائے ہوتے اور کوئی نوجوان احمدی ملنے آجاتا تو ہمیں یہ جان کر حیرانی ہوتی کہ ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود یہ ان کی پہلی ملاقات ہے۔ اس لئے ہمیں ہی ان دونوں کو ایک دوسرے سے متعارف کروانا پڑتا تھا۔اس کے علاوہ کئی احمدی احباب وقتاً فوقتاً دعوتیں بھی کرتے رہتے تھے، نیز ہم بھی احباب جماعت کی دعوتیں کرتے تو قصداً کچھ نئے اور کچھ پرانے احمدیوں کو بلا لیتے۔اس طرح ان سب کا آپس میں تعارف ہو جاتا تھا۔ یوں ملکی قوانین کے اندر رہتے ہوئے جماعتی سرگرمیوں کے بغیر محض ملنے ملانے سے ہی افراد جماعت کے آپس میں تعلقات مضبوط ہو گئے۔کئی نوجوانوں کا ہمارے ہاں آنا جانا ہوگیا۔ہم بھی ان کے ساتھ بولنے سے فائدہ اٹھاتے اور ان کو بھی مختلف موضوعات کے بارہ میں اپنی معلومات کسی قدر بڑھانے کا موقع مل جاتا تھا۔

اُس وقت ان امور کی بہت اہمیت تھی، کیونکہ جماعت کی کتابیں میسر نہ تھیں، آپس کے تعلقات بہت محدود ہو کر رہ گئے تھے، بہت کم احمدی خلیفہ وقت کو خط لکھتے تھے اور جو لکھتے تھے ان کو خلیفہ وقت کی طرف سے مرسلہ جواب پہنچتے نہیں تھے بلکہ ضبط ہو جایا کرتے تھے۔آج خدا تعالیٰ نے اس طرح کی بندشوں کو ختم کر دیا ہے۔آج احمدی جہاں کہیں بھی ہوں، عربی ویب سائیٹ، عربی چینل، اور ای میلز کے ذریعہ خلیفہ وقت اور تمام دنیا کے احمدیوں کے ساتھ رابطہ کرسکتا ہے۔اور یہ ظاہری قدغنین بے معنی ہوگئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دروازے کھول دیئے ہیں۔

### ایک یادگار رات

گو کہ گاہے گاہے احمدی احباب کے ساتھ ملاقاتوں میں مختلف امور کے بارہ میں بات ہوتی رہتی تھی لیکن ایک رات بطور خاص یادگار رہے۔دمشق سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر حوش عرب نامی ایک بستی میں کچھ احمدی رہتے ہیں انہوں نے ہمیں دعوت پر بلایا اور شام کے کھانے کے بعد انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے بارہ میں کچھ بتائیں۔ہم باری باری حضور علیہ السلام کی سیرت کے واقعات بیان کرتے رہے، یہ سلسلہ نمازِ فجر تک جاری رہا۔

### ہمارا پڑھائی کا طریق

چونکہ ہم چار دوست ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات مرکزی لائبریری چلے جاتے تھے جہاں مختلف پڑھے لکھے دوستوں کے ساتھ بات چیت کے علاوہ نئے عربی اخبارات ورسائل اور کتب کا مطالعہ کرنے کا موقع مل جاتا۔گھر میں رہنے کی صورت میں گھر میں موجود اخبارات وکتب کے علاوہ مختلف آرٹیکلز کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، نیز لقاء مع العرب اور مختلف عربی چینلز پر خبریں باقاعدگی سے دیکھتے تھے۔

ہم آپس میں بھی عربی بولنے کی کوشش کرتے تھے نیز گھر میں فجر کے بعد تفسیر کبیر (عربی) کا درس ہوتا اور خطبہ جمعہ بھی عربی زبان میں ہوتا تھا۔

### عصر حاضر کے عرب اور عربی زبان

سیریا جانے سے قبل ہمارے ذہنوں میں یہ تصور تھا کہ وہاں لوگ فُصحیٰ عربی بولتے ہوں گے اور ہم جہاں بھی جائیں گے اور جس کے ساتھ بولیں گے ہماری عربی کی پریکٹس ہوتی جائے گی اور زبان صیقل ہوتی رہے گی۔لیکن ابتدائی ایام میں ہی ہمیں اندازہ ہوگیا کہ یہ تصور غلط تھا۔قومی اور دفاتر کی رسمی زبان فُصحیٰ عربی ہونے کے باوجود وہاں ہر شخص عامیہ یعنی اصل عربی زبان کا بگاڑا ہوا لوکل لہجہ استعمال کرتا تھا اور پڑھا لکھا طبقہ بھی اس نہج پر چل رہا تھا۔ہمیں یہ بات نہایت عجیب معلوم ہوتی تھی۔کئی دفعہ ہم بولنے والے سے کہہ بھی دیتے تھے کہ ہمارے ساتھ فصیح عربی میں بات کریں۔ چنانچہ ہماری اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہ فُصحیٰ عربی بولنا شروع کر دیتا تھا اور شاید یہ سمجھ رہا ہوتا تھا کہ وہ نہایت فصیح عربی بولے جارہا ہے جبکہ درحقیقت محض ایک دو جملوں کے بعد وہ ہماری درخواست بھول کر اپنی لوکل زبان بولنا شروع کر دیتا تھا۔ اور اگر کبھی ہم دوبارہ یاد کروانے کی جرأت کر لیتے تو ان میں سے کئی کا جواب یہ ہوتا تھا کہ ہم فُصحیٰ عربی ہی تو بول رہے ہیں۔

### افسوس کہ ایسی کوئی جگہ نہیں

اس تجربہ کے باوجود ہمارا خیال تھا کہ کئی ایک ایسے مقامات ہوں گے جہاں پر ابھی بھی فصیح عربی بولنے والے پائے جاتے ہوں گے۔لہذا ابتدائی ایام میں ہی مَیں نے اپنی ٹیچر سے پوچھا کہ مجھے دمشق میں کوئی ایسی جگہ بتائیں جہاں پر لوگ فصیح عربی بولتے ہوں تا کہ مَیں روزانہ وہاں جا کر کچھ وقت بِتاؤں اور عربی سننے اور بولنے کی پریکٹس کرسکوں۔ وہ میری اس ''عجیب وغریب'' درخواست پر حیران رہ گئی اور کہنے لگی: افسوس کہ دمشق میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔پھر اس نے بتایا کہ دمشق شہر کے وسط میں ضلعی دفاتر کے قریب ایک کیفے ''مقھی الھافانا'' ہے اس میں کسی زمانہ میں ادیب اور شعراء آکر بیٹھا کرتے تھے اور اکثر اوقات آپس میں فصیح عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ ابھی تک ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ایک دن خاکسار اور محترم نوید احمد سعید صاحب اس کیفے میں گئے جہاں پر ایک چائے کے کپ کی قیمت شاید 70 لیرہ ادا کرنی پڑی جبکہ باہر اسی کپ کی زیادہ سے زیادہ قیمت 10 سے 20 سیرین لیرہ کے درمیان تھی۔بہرحال اس کیفے میں ہمیں کوئی ایسی نشست نہ ملی جس میں ادباء گفتگو کر رہے ہوں۔بالآخر اس خیال سے کہ شاید ہفتہ کے کسی ایک دن یہ لوگ یہاں آتے ہوں ہم نے وہاں کام کرنے والے ایک شخص سے بھی پوچھا کہ کیا یہاں پر ادباء اور شعراء آکر بیٹھتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ محض چائے پینے کے انداز سے تو مَیں معلوم نہیں کرسکتا کہ یہ ادیب ہے اور یہ شاعر۔اس کے اس جملہ میں ہمارے سارے سوالوں کا جواب تھا۔

### جگ ہنسائی کا معیار

ہم نے اپنا طریق بنا لیا تھا کہ جن عرب احباب کے ساتھ بیٹھتے ان سے درخواست کرتے کہ آپس میں بھی فصحیٰ بولیں تا کہ ہم بھی فائدہ اٹھاسکیں۔ایک دن دمشق کی سب سے بڑی لائبریری ''مکتبة الأسد'' کے کیفے میں جامعہ دمشق کے بعض سٹوڈنٹس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی موضوع پر بات چل نکلی اور ہمیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ پورے شام میں کوئی ایک بھی خاندان ایسا نہیں ہے جس کے افراد آپس میں فُصحیٰ عربی بولتے ہوں۔اس پر خاکسار نے ان سے کہا کہ آپ جو نئی نسل کے نوجوان ہیں وہ اس سلسلہ میں پہلا قدم کیوں نہیں اٹھاتے اور اپنے اپنے گھروں میں فُصحیٰ عربی بولنی شروع کیوں نہیں کرتے؟ اس پر ان میں سے ایک نے جو جواب دیا وہ مایوس کن تھا۔اس نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ایسا کریں اور معاشرے میں ہماری جگ ہنسائی ہو؟

### منفرد جمہوری روایات

دمشق یونیورسٹی میں ہمارے ابتدائی ایام تھے اور اگر مضمون مشکل ہوتا اور لیکچرار بھی لوکل زبان میں لیکچر دینا شروع کر دیتا تو ہمیں کچھ سمجھ نہ آتی تھی۔اس لئے ہم اکثر کھڑے ہو کر درخواست کر دیتے تھے کہ براہ کرم فُصحیٰ بولیں تا کہ ہم بھی کچھ سمجھ سکیں۔اکثر تو ہماری بات مان لیتے تھے۔لیکن ایک لیکچرار نے ہماری اس درخواست پر کہا کہ جو زبان مَیں بول رہا ہوں اس کو نہ سمجھنے والے صرف آپ ہیں باقی سب کو سمجھ آرہی ہے۔ میں ابھی ہال میں موجود طالبعلموں سے پوچھ لیتا ہوں کہ ان کا ووٹ کس زبان کے حق میں ہے۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے پوچھا کہ جو لوکل زبان میں لیکچر کے حق میں ہیں ہاتھ کھڑے کر دیں۔اور ہمارے علاوہ سب کے ہاتھ کھڑے تھے۔اس پر انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں تو جمہوریت ہے ہم تو اکثریت رائے کے حق میں ہیں۔اور اکثریت کا فیصلہ ہے کہ لوکل زبان میں ہی لیکچر ہو۔

### سیرین کلچرل سنٹر میں

ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ پڑھے لکھے افراد کے ساتھ ہماری علیک سلیک رہے تا کہ ان کی زبان سن کر اور ان کے ساتھ بات کر کے ہماری عربی زبان کی بھی پریکٹس ہوتی رہے۔ان میں سے ایک دوست عربی ادب میں ڈاکٹریٹ کر رہے تھے اور بہت اچھے رائٹر اور نقاد اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔ایک دفعہ مَیں نے دنیا کے دکھ وآلام اور لوگوں کی بے حسی کے موضوع پر ایک چھوٹا سا مضمون لکھا جو بعد میں ایک ہفت روزہ عربی اخبار ''الاِعتدال'' میں بھی شائع ہوگیا، یہ مضمون مَیں نے انہیں تصحیح کرنے کے لئے دیا۔ مجھے یاد ہے کہ پڑھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ تم نے بڑے مؤثر انداز میں لکھا ہے اور یہ رُلا دینے والی تحریر ہے۔شاید ان کے اسی حسن ظن کی وجہ سے انہوں نے ایک دن مجھے کلچرل سنٹر میں ایک سیمینار میں آنے کی دعوت دی جس میں اس دوست نے بطور میزبان اور ناقد شرکت کرنی تھی جبکہ سیمینار کا عنوان تھا ''المھندسون القصّاصون'' یعنی اس میں ایسے

افسانہ نگاروں نے اپنے افسانے پیش کرنے تھے جو پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے۔ اوراس کے بعد اس دوست نے ان پر اپنی ناقدانہ رائے دینی تھی۔ سیمینار اس طرح پر شروع ہوا کہ پہلے ایک افسانہ نگار اپنا افسانہ پڑھتا تھا پھر اس پر ہال میں موجود حاضرین کو اپنی اپنی رائے دینے کا موقع دیا جاتا تھا پھر آخر پر میزبان اپنی ناقدانہ رائے کا اظہار کرتا تھا۔

مجھے ان کے فلسفیانہ افسانوں کی تو کچھ خاص سمجھ نہ آئی تاہم ایک بات سے مجھے بہت افسوس ہوا کہ ایک افسانہ نگار نے اپنے افسانہ میں کہیں کہیں فُصحٰی کی بجائے لوکل زبان کے فقرات استعمال کئے تھے۔ جب اس کے بارہ میں حاضرین کی رائے لی گئی تو مَیں نے بھی اپنا ہاتھ کھڑا کر دیا۔ میرے اس میزبان دوست نے شاید اس خیال سے کہ ایک غیر ملکی ایک عربی ادیب کے افسانہ پر رائے دینے لگا ہے میری حاضرین کے سامنے کچھ تعریف بھی کر دی کہ ان کی عربی کافی اچھی ہے اور ان کے مضامین اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں وغیرہ، پھر مجھے مائیک پر بلایا۔ مَیں نے عرض کیا کہ مجھے ان افسانوں کے ادبی پہلوؤں کے بارہ میں تو زیادہ معلومات نہیں ہیں بلکہ ہم تو اس نظر سے ہی ان کا مطالعہ کرتے ہیں کہ ان میں استعمال شدہ الفاظ اور ان کے نئے استعمال اور نئی تراکیب کو یاد کرلیں اور اس طرح ہماری زبان زیادہ اچھی ہو جائے۔ لیکن مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے کہ اس افسانہ نگار کے افسانہ کا ایک حصہ لوکل زبان پر مشتمل تھا۔ میرا ان سے سوال ہے کیا فصیح عربی زبان اب اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ بعض مفاہیم کو ادا کرنے کے لئے آپ کو لوکل زبان کی ضرورت پڑی ہے۔ اس پر اس افسانہ نگار نے میری بات ٹوک کر جواب دیا کہ یہ مفاہیم ہمارے کلچر کا حصہ ہیں اور مَیں نے لوکل زبان میں ان مفاہیم کو زیادہ واضح شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مَیں نے کہا کہ قارئین کرام کے ساتھ زیادتی ہوگی اگر یہ تصور کرلیا جائے کہ آپ فصیح عربی میں لکھیں گے تو شاید وہ نہ سمجھ سکیں۔ اس کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ آج عرب دنیا میں ہر عربی ملک کی علیحدہ زبان اور لہجہ ہے ہر قسم کے باہمی اتحاد کے دھاگے ٹوٹتے جا رہے ہیں۔ ایک فصیح عربی زبان کا واحد دھاگہ ایسا ہے جو تمام عرب ملکوں میں اتحاد کی ایک صورت پیش کر رہا ہے اگر اس کو بھی توڑتے ہوئے ہر ملک والے اپنی اپنی لوکل زبان کو فصیح زبان پر فوقیت دینے لگ گئے تو پھر یہ آخری امید بھی جاتی رہے گی۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ سیمینار ختم ہونے کے بعد کلچرل سنٹر کی انچارج خود میرے پاس آئی اور کہا کہ عربی زبان کے بارہ میں جس غیرت کا اظہار آپ نے کیا ہے اس پر مَیں سینٹر کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

## ایک کلاس ٹیچر کا تبصرہ

غیر ملکیوں کو عربی زبان سکھانے کے لئے دمشق یونیورسٹی کے تحت ایک انسٹیٹیوٹ کھولا گیا ہے۔ یونیورسٹی میں داخلہ سے قبل ہم نے اس انسٹیٹیوٹ میں داخلہ لینے کی کوشش کی تو ہمیں اس کی آخری کلاس میں داخلہ ملا۔ اس کلاس میں بعض اوقات ہماری ٹیچر گھر سے کسی موضوع پر چند فقرات لکھ کر لانے کے لئے کہتی تھی۔ ایک دن کسی موضوع پر خاکسار نے ایک صفحہ لکھا جس کو پڑھ کر ٹیچر کاپی مجھے پکڑاتے ہوئے کہنے لگی کہ ''یہاں تو یونیورسٹی کے طالبعلم ایسا نہیں لکھ سکتے، مَیں تمہیں یہاں استاد لگوا دوں گی۔'' گوکہ اس انسٹیٹیوٹ کا تو کوئی خاص معیار نہیں تھا اور شاید ٹیچر کی اس بات میں مبالغہ بھی تھا پھر بھی اس کے یہ الفاظ میرے لئے بہت حوصلہ افزا ثابت ہوئے۔

## ''کاش آپ لوگ احمدی نہ ہوتے''!!!

حکومتی انسٹیٹیوٹ میں چونکہ طالبعلموں کی اکثریت یورپ اور امریکا سے تھی، اور ان دنوں چیچنیا کے مسلمان لیڈر دودا ییف کی رشیا کے ساتھ ٹکر کا ذکر زبان زد عام تھا جس کی بناء پر ان غیر ملکی طالبعلموں کی طرف سے اسلام پر اکثر اعتراضات ہوتے رہتے تھے جن کا جواب کبھی کبھی استاد صاحب بھی دے دیتے تھے تاہم اکثر اوقات ہم مربیان میں سے کوئی نہ کوئی صحیح اسلامی نقطہ نظر پیش کر کے اس کا جواب دینے کی کوشش کرتا۔ ہماری کلاس میں ادھیڑ عمر کی ایک ترک مسلمان خاتون بھی تھیں جن کا خاوند ایک مصری بزنس مین تھا اس لئے ان کو عامیہ زبان تو آتی تھی لیکن فُصحٰی سیکھنے کے لئے انسٹیٹیوٹ میں داخلہ لیا تھا۔ یہ خاتون ایک شدت پسند مسلمان تھی جس کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ جس دن دودا ییف مارا گیا اس نے روتے ہوئے ٹیچر سے کہا کہ آج کا دن کوئی معمولی دن نہیں ہے اور دودا ییف کے بارہ میں آپ کو کچھ کہنا چاہئے۔ ٹیچر نے خود تو کچھ نہ کہا تاہم انہیں اجازت دے دی کہ آپ جو کہنا چاہتی ہیں سب کے سامنے آ کر کہہ لیں۔ بہر حال انہوں نے جو کہنا تھا کہا اس کا غیر ملکی طلباء پر یہ اثر ہوا کہ ان میں سے کئی ان کی تقریر کے دوران ہی واک آؤٹ کر گئے۔

بہر حال اسلام پر مغربی طلباء کے اعتراضات کے جوابات اور صحیح اسلامی تعلیم پیش کرنے کی وجہ سے یہ خاتون ہمارا بہت احترام کرتی تھی اور اس نے کئی دفعہ کہا کہ آپ میرے بیٹوں کی طرح ہیں۔ جب ہم اس انسٹیٹیوٹ سے فارغ ہوئے تو آخری دن مکرم داؤد احمد عابد صاحب نے انہیں بتا دیا کہ ہمارا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ یہ بتانا تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بالکل ساکت ہوگئیں، پھر اس طرح رونے لگیں جیسے ان کے کسی قریبی رشتہ دار کی وفات ہوگئی ہو۔ پھر یوں گویا ہوئیں: مجھے آج شدید دھچکا لگا ہے، آپ سب اتنے اچھے مسلمان ہیں، اسلام کا دفاع کرتے ہیں، اس لئے میرے دل میں آپ کا بہت زیادہ احترام ہے۔ کاش کہ آپ لوگ احمدی نہ ہوتے۔ کاش آپ مجھے یہ نہ ہی بتاتے۔ مَیں مرزا غلام احمد صاحب کو ایک بڑا عالم مان سکتی ہوں، ایک ولی اللہ بھی مان سکتی ہوں، لیکن ان کو ایک نبی نہیں مان سکتی۔ ہم نے ان کے جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کو یہی جواب دیا کہ ہم میں اگر کوئی اچھائی آپ کو نظر آتی ہے تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے ہی پیدا ہوئی ہے۔

## لقاء مع العرب

لقاء مع العرب کی ابتداء ہوئی تو اس وقت MTA کی نشریات عرب دنیا میں ''یوٹیل ساٹ'' (Eutelsat) کے ذریعہ دیگر عربی چینلز کے ساتھ ہی دیکھی جا سکتی تھیں۔ اس لئے احمدیوں کے ساتھ ساتھ غیر احمدی شامی عربوں میں بھی لقاء مع العرب ایک مقبول پروگرام بن گیا تھا۔ اس وقت وہاں ڈش لگانے والے حضرات ڈش سیٹ کر کے اس پر آنے والے چینلز کی فریکوینسی اور ان کے نام پر مشتمل ایک لسٹ بھی دیتے تھے تاکہ لوگ اپنی پسند کا چینل سہولت سے لگا سکیں۔ ہمارے ایک احمدی بھائی نے بتایا کہ جب انہوں نے ڈش لگانے والے سے یہ کہا کہ انہیں عربی چینلز کے علاوہ MTA کی فریکوینسی بھی سیٹ کر کے دیں تو ڈش لگانے والے نے تھوڑی تفصیل پوچھنے کے بعد کہا کہ مجھے سمجھ آگئی ہے یہ وہی چینل ہے جس پر اکثر سفید پگڑی اور نورانی چہرے والے ایک بزرگ نظر آتے ہیں۔ ہم ڈش لگانے والوں کے درمیان یہ چینل ''امیر المؤمنین چینل'' کے نام سے مشہور ہے۔

## حضرت مرزا طاہر احمد الخلیفۃ الرابع

ان دنوں میں جبکہ ہم حکومتی انسٹیٹیوٹ میں پڑھ رہے تھے ایک دن مکرم محمد احمد نعیم صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے کسی خطبہ سے ایک اقتباس کا ترجمہ کیا اور اپنے استاد مکرم عرفان المصری صاحب کو زبان کی اصلاح و تحسین کے لئے دکھایا۔ مکرم نعیم صاحب نے پہلی لائن میں لکھا تھا کہ قال حضرة مرزا طاهر احمد اور آگے اقتباس کا ترجمہ تھا۔ ابھی انہوں نے حضور کا نام ہی پڑھا تھا کہ استاد عرفان نے بے ساختہ کہہ دیا حضرة مرزا طاهر احمد الخلیفة الرابع۔ مکرم نعیم صاحب نے بہت حیرانی کے عالم میں ان سے پوچھا کہ آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ لقاء مع العرب بڑی باقاعدگی سے دیکھتے تھے لیکن اب نہ جانے یہ چینل کہاں چلا گیا ہے۔ دراصل کچھ عرصہ کے بعد MTA کسی اور سیٹلائیٹ پر شفٹ ہو گیا تھا اور شام میں بڑی ڈش کے بغیر اس کو دیکھنا ممکن نہ رہا تھا۔

(باقی آئندہ)

---

# محترم ناصر احمد کاٹھ گڑھی عرف بہادر شیر (مرحوم) (سابق افسر حفاظت خاص)

(عبدالرزاق خان)

محترم ناصر احمد بہادر شیر بہت ہی وفادار، فرض شناس، سادہ، مخلص، نڈر، اور خلافت کے دیوانے تھے۔ 1928ء کو کاٹھگڑھ محمد علی شاہی ولد عبدالعزیز خاں کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابھی پانچ سال ہی کے تھے کہ والدہ کی وفات ہوگئی۔ شفقت مادری سے یہ محروم بچہ تعلیم کے زیور سے بھی محروم رہ گیا۔ ابتدائی تعلیم احمدیہ مڈل سکول کاٹھ گڑھ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم سے دل اچاٹ ہوگیا۔ جب آپ کی عمر 19 سال کی تھی تو ملک کی تقسیم ہوگئی۔ اور آپ اپنے خاندان کے ہمراہ چک 68 ج،ب لائلپور آگئے۔ جہاں آپ کے والد صاحب محمد علی شاہی نے اپنی وراثتی زمین الاٹ کروالی۔ جب فرقان فورس میں بھرتی ہونے کی تحریک ہوئی تو آپ اس میں بڑے شوق سے بھرتی ہوگئے جس میں آپ کو حسن کارکردگی پر ایک تمغہ بھی ملا تھا۔ جوکہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ فروری 1951ء میں آپ کو آبادکاری سکیم کے تحت پندرہ ایکڑ زمین چک نمبر 2 ٹی ڈی اے خوشاب میں ملی۔ 1948ء میں آپ کی شادی چوہدری مظہر خاں صاحب (جوکہ صحابی تھے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول بورڈنگ قادیان کے ملازم تھے) کی بیٹی بسم اللہ بیگم سے ہوئی۔ گاؤں کی جماعت میں کئی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ سیکرٹری مال بھی رہے۔ آپ کبڈی کے اچھے کھلاڑی تھے۔ ہر سال جلسہ ربوہ پر آنا آپ کا شوق تھا۔ بچپن سے جوانی تک آپ کو کسی سے لڑتے جھگڑتے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ صابر، باحوصلہ، نرم زبان استعمال کرنے والے، بااخلاق اور ہنس مکھ نوجوان تھے۔ 1962ء میں آپ ربوہ منتقل ہوگئے۔ اور دفتر حفاظت خاص میں پہریدار بھرتی ہوگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دور تھا۔

فرائض کی ادائیگی میں چست واقع ہوئے تھے۔ آپ کے کردار کے جوہر خلافت ثالثہ کے دور میں کھلے۔ جب آپ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی نظر شفقت پڑی۔ جس نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ آپ کا تعلق زمیندار گھرانے سے تو تھا ہی اور کاشتکاری کا تجربہ بھی رکھتے تھے۔ حضور نے آپ کو اس خدمت کے ساتھ ساتھ نصرت آباد کی زمینوں کا نگران بھی مقرر کر دیا۔ اور احمد نگر کی زمین بھی آپ کی نگرانی میں دے دی جس سے آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اس دوران 'بہادر شیر' کا نام آپ کو عنایت ہوا۔ زمین کی نگرانی اور کاشت کے دوران بہادر شیر کو بڑے بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر پیارے آقا کی اشیرباد سے یہ شیر آگے سے آگے بڑھتا گیا۔ بہادر شیر کو جنون کی حد تک خلافت سے پیار تھا اور اپنے فرائض کو تندہی سے بجالانے کی عادت نے اور اخلاص اور وفاداری کے اعلیٰ اخلاق نے آپ کو خلیفہ وقت کی نظروں میں محترم بنا دیا۔

آپ کے ذمہ بہت ہی اہم اور نازک فرائض ہوتے تھے۔ حضور کی زمینوں پر سے دودھ دوہ کر صبح صبح سائیکل پر لا کر چیک کر کے گھر دینا آپ کا معمول تھا۔ حضور کی خدمت کا اعزاز آپ کو اس قدر ملا کہ اب ہم سب کو رشک آتا ہے۔ حضور کے لئے مکھن تیار کرنا، ساگ پکانا، چکی پر آٹا پیس کر دینا اس خدمت کی توفیق اہلیہ بہادر شیر کو بھی ملی۔ حضور کی پگڑی کو مایا اور کلف لگانا، پگڑی باندھنا، جوتا پالش کرنا، ان سب خدمات کی اکثر توفیق پائی۔ بہادر شیر پر حضور کی نظر شفقت مسلسل رہی۔ یہاں تک کہ 1980ء کے سفر یورپ اور امریکہ کے لئے حضور نے آپ کو ساتھ تیار کر لیا۔ حضور نے بہادر شیر کو کوٹ پتلون سلوا کر دیا اور ٹائی بھی دی جو کہ بہادر شیر نے زندگی میں پہلی بار اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں زیب تن کی اور سارے ملکوں کا دورہ کیا۔ اسی سال مسجد سپین کا سنگ بنیاد بھی تھا۔ پیدرو آباد میں جب حضور تشریف لائے تو فرمایا، بہادر شیر ذرا کرم (قدم) مارو اور بتاؤ کہ یہ زمین کتنی ہے۔ اس پر بہادر شیر نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی۔ اہلیہ بہادر شیر نے میری درخواست پر بتایا کہ بہادر شیر نے کبھی بھی اپنی ڈیوٹی کو آٹھ گھنٹے یا مقررہ وقت تک محدود نہ رکھا تھا۔ اکثر آپ اپنے آقا کے قریب رہتے۔ جب تک اکثر نصف شب تک حضور دفتر میں موجود رہتے۔ ڈیوٹی دوسرے پہریداروں کی ہوتی مگر پھر بھی بہادر شیر ضرور موجود ہوتے۔ اور نماز فجر پر اسی طرح چاق و چوبند مسجد مبارک میں موجود ہوتے۔ گھر پر کم وقت گزارتے تھے۔ آپ کی حد درجہ محبت خلافت اور فرض شناسی کے دلکش رویے کو پہچانتے ہوئے حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت سے 1982ء میں بہادر شیر کو افسر حفاظت خاص مقرر فرمایا۔ ایک اَن پڑھ نوجوان کو نظر خلافت نے سونے سے کندن بنا دیا۔ جس پر کہ ہر کوئی رشک کرتا تھا۔ بعض احباب اس فیصلے پر انگشت بدنداں بھی ہوئے مگر خلفاء وقت کے فیصلے حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتے۔ حضور (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے بہادر شیر پر کمال درجہ تک اعتماد کیا اور اکثر اہم مواقع پر بہادر شیر کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ 1974ء میں قومی اسمبلی کے دروازے تک بہادر شیر ساتھ ہوتے اور گھنٹوں اپنے آقا کی حفاظت کے پیش نظر منتظر کھڑے رہتے۔ آپ کو خلافت رابعہ کے دور میں تقریباً نو ماہ خدمت کی توفیق ملی۔ اور 1982ء میں دورہ یورپ میں حضور کے ساتھ سفر کی سعادت نصیب ہوئی۔ مسجد سپین کے افتتاح میں بھی شامل ہوئے۔ 22/مارچ 1983ء کو آپ حسب معمول احمد نگر سائیکل پر زمینوں پر جا رہے تھے کہ آپ کو دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ 23/ مارچ 1983ء کو یوم مسیح موعود کے موقع پر جبکہ مسجد مبارک میں لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ آپ کے چہرے کو بوسہ دیا اور جنازے کو کندھا دیا۔ موصی ہونے کی وجہ سے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ آپ کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں جو کہ سب بیرون ملک جرمنی، سویڈن، برطانیہ میں مقیم ہیں۔ ایک بیٹا محمود احمد مبلغ نائیجیریا ہے۔ دوسرا طاہر احمد لندن میں رہائش پذیر ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اور ان کے ورثاء کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین۔

# خطبہ جمعہ

## اللہ تعالیٰ سَرِیْعُ الْحِسَاب ہے۔ جہاں وہ بے حساب دیتا ہے وہاں بعض دفعہ حساب لیتا بھی ہے اور آخرت میں جو حساب لینا ہے اس کے علاوہ اس دنیا میں بھی حساب لے لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض عبرت انگیز، سبق آموز واقعات کا بیان

# جو تقویٰ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اس کے لئے خدا تعالیٰ کافی ہونے اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے خود سامان کرنے کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 26/ مارچ 2010ء بمطابق 26/ امان 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرے اور اس پر توکل کرے، اس کے لئے وہ کافی ہے۔ اور اس کے لئے ایسے سامان پیدا فرماتا ہے جن کا گمان بھی انسان کی سوچ میں نہیں ہوتا۔ اس وہم وگمان سے بالا مدد کے نظارے جو اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے بندوں کو اور ایمان والوں کو دکھاتا رہتا ہے اس کے چند واقعات مَیں آج پیش کروں گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ غیرت دکھاتے ہوئے جس طرح حساب لیتا ہے اس کے بھی بعض واقعات مَیں نے آج چنے ہیں۔

جماعت کی تاریخ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سارے واقعات ہیں۔ کیونکہ آپ کی سیرت بڑی تفصیل سے لکھی گئی ہے۔ چوہدری غلام محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حکیم خادم علی صاحب کے ایک رشتہ دار سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بارہ میں سنا کہ:

ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب کشمیر سے راولپنڈی کے راستے سے واپس آ رہے تھے کہ دورانِ سفر روپیہ ختم ہوگیا۔ (کہتے ہیں) مَیں نے اس بارہ میں عرض کیا (تو) آپ گھوڑی پر سوار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ گھوڑی چار پانچ صد روپے میں بیچ دیں گے (اور) فوراً بِک جائے گی اور خرچ کے لئے کافی روپیہ ہو جائے گا۔ آپ نے وہ گھوڑی سات سو روپیہ میں خریدی تھی۔ (وہ کہتے ہیں) تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ گھوڑی کو درد قولنج ہوا (پیٹ میں بڑی درد ہوئی، قولنج اُسے کہتے ہیں) بہرحال راولپنڈی پہنچ کر وہ گھوڑی مرگئی۔ (کہتے ہیں) تانگے والوں کو کرایہ دینا تھا۔ آپ ٹہل رہے تھے (پیسوں کی ضرورت تھی)۔ مَیں نے عرض کی کہ ٹانگہ والے کرایہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے نہایت رنج کے لہجہ میں فرمایا کہ نورالدین کا خدا تو وہ مرا پڑا ہے۔ اب اپنے اصل خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہی کارساز ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سکھ اپنے بوڑھے بیمار باپ کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھا (اور بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ) اُس نے ہمیں اتنی رقم دے دی کہ جمّوں تک کے اخراجات کے لئے کافی ہوگئی۔

(حیات نور صفحہ 169-168۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

تو یہ تقویٰ ہے کہ اگر غلطی سے کسی دنیاوی ذریعہ پر انحصار کیا بھی تو اس کے ضائع ہو جانے پر رونا پیٹنا شروع نہیں کر دیا۔ بلکہ کامل توکّل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوئی، دعا کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فوراً پھر خلافِ توقع انتظام بھی فرما دیا۔

جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی زندگی تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اور ان کو پڑھا جائے تو ایمان اور یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔

اسی طرح مرزا اسلام اللہ صاحب مستری، قطب الدین صاحب دہلوی کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیدالاضحیہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے گھر سے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی کپڑے دھلے ہوئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ صرف ایک پاجامہ ہے اور وہ بھی پھٹا ہوا۔ آپ نے اس میں آہستہ آہستہ ازار بند ڈالنا شروع کر دیا۔ قادیان کا واقعہ ہے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب ان دنوں صدر انجمن کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے پیغام بھیجا کہ حضور نماز عید میں دیر ہو رہی ہے۔ لوگوں نے قربانیاں بھی دینی ہیں۔ اس لئے جلد تشریف لائیں۔ فرمایا۔ تھوڑی دیر تک آتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آدمی آیا۔ حضور نے اسے پھر پہلے کا سا جواب دیا۔ اتنے میں ایک آدمی نے آ کر دروازہ پر دستک دی۔ آپ نے ملازم کو فرمایا دیکھو باہر کون ہے؟ آنے والے نے کہا۔ مَیں وزیر آباد سے آیا ہوں۔ حضرت صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے اسے اندر بلا لیا۔ عرض کی کہ حضور مَیں وزیرآباد کا باشندہ ہوں۔ حضور کے، امّاں جی کے اور بچوں کے لئے کپڑے لایا ہوں۔ چونکہ رات کو یکّہ نہیں مل سکا تھا، اس لئے بٹالہ ٹھہرا رہا۔ اب بھی پیدل (چل کر) آیا ہوں۔ (تو اللہ تعالیٰ نے فوراً وہاں انتظام فرمایا)۔

(حیات نور صفحہ 641۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

صوفی عطا محمد صاحب بھی اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بارہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عید کی صبح حضرت مولوی صاحب نے غرباء میں کپڑے تقسیم کئے حتّٰی کہ اپنے استعمال کے کپڑے بھی دے دیئے۔ گھر والوں نے عرض کی کہ آپ عید کیسے پڑھیں گے۔ فرمایا خدا تعالیٰ خود میرا انتظام کر دے گا۔ یہاں تک کہ عید کے لئے روانہ ہونے میں صرف پانچ سات منٹ رہ گئے۔ عین اس وقت ایک شخص حضرت کے حضور کپڑوں کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے وہ کپڑے لے کر فرمایا۔ دیکھو ہمارے خدا نے عین وقت پر ہمیں کپڑے بھیج دیئے۔ (حیات نور صفحہ 642-641۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس دیکھیں کس طرح خدا تعالیٰ آپ کی ضرورتوں کا خود متکفل ہو جاتا تھا اور وقت پر آپ کی تمام حاجات پوری فرماتا تھا۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرا بڑا لڑکا عزیزم میاں اقبال احمد سلّمہٗ ابھی بچہ ہی تھا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں اور میری اہلیہ اور عزیز موصوف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں مقیم ہیں اور اس وقت مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ میری اہلیہ حضرت اقدس علیہ السلام کی لڑکی ہے اور عزیز موصوف حضور کا نواسہ ہے۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ مَیں اور میرا یہ لڑکا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں دبا رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام مجھے دعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں (پنجابی میں فرمایا کہ) ’’جا تینوں کوئی لوڑ نہ رئے‘‘۔ یہ پنجابی زبان کا ایک فقرہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تیری سب حاجتیں (خواہشیں) پوری کرے۔ (تجھے کسی قسم کی حاجت نہ رہے)۔ اس خواب کے بعد (مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ) واقعی آج تک خدا تعالیٰ میری ہر ایک ضرورت کو مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبْ پورا فرما رہا ہے۔ جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا وہاں وہاں سے میری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں اور میرے گھر والے اور میرے پاس رہنے والے اکثر لوگ اس روحانی بشارت کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ (ماخوذ از حیات قدسی حصہ دوم صفحہ 138 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اس طرح مولوی صاحب کے بھی اور بے شمار واقعات ہیں۔ آپ کی کتاب بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے مَیں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 273 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں رنگین ہو جاؤ۔ انبیاء اس کی صفات میں ہو بہو رنگین ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ آپ کسی طرح خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین تھے۔ اس بارے میں بعض احادیث ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہوتا تو یہ بات میرے لئے زیادہ خوشی کا باعث ہوتی کہ تین دن اور تین راتیں گزرنے پر اس میں سے میرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہتا سوائے اس حصہ کے جسے مَیں قرض کی ادائیگی کے لئے بچا کے رکھ لیتا۔ (صحیح بخاری کتاب الاستقراض و اداء الدیون باب اداء الدیون حدیث نمبر 2389) یعنی اتنی زیادہ دولت بھی ہوتی تو مجھے پسند نہیں کہ میرے پاس رہے۔ بے حساب تقسیم کرتا چلا جاتا۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت موسیٰ بن انس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر جب بھی کچھ مانگا گیا تو آپ نے فوراً عطا فرما دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا بکریوں کا ریوڑ عطا فرما دیا۔ وہ اپنی قوم کی طرف لَوٹا تو کہنے لگا۔ اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اتنا عطا کرتے ہیں کہ جس کی موجودگی میں فاقہ کا کوئی خوف باقی نہیں رہتا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ شیئا قط فقال لا حدیث نمبر 5914)

ابنِ شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد اپنے ساتھ موجود مسلمانوں کے ساتھ نکلے اور حنین کی جنگ لڑی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کے دین اور مسلمانوں کی نصرت فرمائی۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے۔ پھر سو اونٹ دیئے، پھر سو اونٹ دیئے۔ (یعنی تین سو اونٹ عطا فرمائے۔) یہ مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ شیئا قط فقال لا حدیث نمبر 6022)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ سعید ابن المسیّب نے مجھے بتایا کہ صفوان خود کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جب یہ عظیم الشان انعام عطا فرمایا تو اس سے پہلے آپؐ میری نظر میں سب دنیا سے زیادہ قابلِ نفرت وجود تھے۔ لیکن جوں جوں آپ مجھے عطا فرماتے چلے گئے آپ مجھے محبوب ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ مجھے سب دنیا سے زیادہ پیارے ہو گئے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ شیئا قط فقال لا حدیث نمبر 6022)

بعض دفعہ دنیا کی دولت بھی دین کی طرف لے آتی ہے اور سچائی کا رستہ دکھا دیتی ہے۔ جب آپؐ صفوان کے پیارے ہو گئے تو ظاہر ہے کہ سب سے بڑی دولت ان کے نزدیک پھر آپ کی محبت تھی۔

ایک روایت میں ان کے بارہ میں اس طرح بھی آتا ہے کہ ایک وادی سے گزرے۔ صفوان ساتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گزرے تو وادی میں ریوڑ چر رہا تھا۔ صفوان نے اس ریوڑ کو بڑی حسرت کی نظر سے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بہت اچھا لگ رہا ہے؟ اس نے کہا: جی۔ تو آپ نے فرمایا جاؤ یہ تم لے لو۔ صفوان اتنی بڑی عطا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اور یہ کہنے لگا کہ اتنی بڑی عطا خدا کا نبی ہی کر سکتا ہے۔

صفوان ایک ایسا شخص تھا جو بدترین دشمن تھا اور فتح مکہ کے وقت بھی مکہ سے بھاگ گیا تھا اس لئے کہ اس کو علم تھا کہ مَیں نے جو زیادتیاں مسلمانوں پر کی ہوئی ہیں اس کی وجہ سے کوئی امکان ہی نہیں کہ مَیں بخشا جاؤں، سزا سے بچ جاؤں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی نہ صرف یہ کہ معاف فرما دیا بلکہ بے انتہا عطا بھی فرمایا۔ (السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 135 باب ذکر مغازیہ ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۔ طبع اول 2002ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اور اپنی اُمّت کو دین کے معاملے میں خرچ کرنے میں کنجوسی نہ کرنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی اور اسی طرح حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دلائی کہ اس میں بھی کمی نہیں ہونی چاہئے۔

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔ (یعنی کنجوسی سے خرچ نہ کرو) اور اپنی تھیلی کا منہ بند کر کے نہ بیٹھ جاؤ ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا۔ (یعنی اگر روپیہ نکلے گا نہیں، پیسہ خرچ نہیں کرو گے، تو پھر آئے گا بھی نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ) جتنی طاقت ہے دل کھول کر خرچ کیا کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ ۔ حدیث نمبر 1433)

ہر ایک کی طاقت اس کی استعدادوں کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کے مال کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کے فرائض کے مطابق ہے۔ اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے دین کے اوپر خرچ کرنا چاہئے۔ یہ تقویٰ اور توکل جو آپ اپنے صحابہ میں پیدا فرمانا چاہتے تھے اور صحابہ کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ توکّل ان کے اندر پیدا ہوا۔ اور وہ لوگ جو ان پڑھ اور جاہل کہلاتے تھے وہ باخدا انسان کی عظیم مثالیں بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے لئے ہر وقت یہ فکر تھی، دولت کی فکر نہیں تھی۔ یہ فکر تھی کہ میری اُمّت باخدا بنی رہے اور اس کے لئے صحابہ کو نصائح فرماتے تھے۔ اور یہ نصائح اس لئے تھیں کہ آگے بھی پہنچتی رہیں۔

ایسے ہی ایک موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کا روایت میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عمرو بن عوف انصاری سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح کو جزیہ لانے کے لئے بحرین بھیجا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بحرین کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا تھا اور ان پر حضرت علاء بن الحضرمی کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابو عبیدہ بحرین سے مال لے کر لوٹے اور انصار کو آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ کافی تعداد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ جب نماز فجر پڑھا کر لوٹنے لگے تو یہ انصار حضور کے سامنے آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ شاید تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ لے کر لوٹے ہیں۔ انہوں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تو پھر خوشخبری ہو اور بے شک خوشکن امیدیں رکھو۔ کیونکہ اللہ کی قسم! مَیں تمہارے بارہ میں فقر و غربت سے نہیں ڈرتا بلکہ مَیں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا داری کی بساط اس طرح کھول دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھول دی گئی تھی۔ اور پھر تم اُن کی طرح اس میں مقابلہ کرنے لگ جاؤ۔ اور پھر یہ دنیا داری اُن کی طرح تمہیں بھی ہلاک کر دے۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد و الرقائق باب الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر حدیث نمبر 7425)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر تھی۔ لیکن افسوس! آپؐ کے اس شدت کے اظہار کے باوجود، اس تنبیہ کے باوجود اُمّت کی اکثریت اسی دوڑ میں مبتلا ہے۔ لیکن ایک احمدی کو اپنا عہدِ بیعت نبھاتے ہوئے اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ، آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کس طرح اپنے ساتھیوں سے، صحابہ سے اظہار فرمایا کرتے تھے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اپنی کتاب ’’مجددِ اعظم‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’سید غلام حسین صاحب نے اپنا ایک واقعہ الحکم 28 مئی و 7 جون 1939ء میں شائع کیا۔ مَیں اس کا خلاصہ یہاں اپنے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔ واقعہ یوں ہے کہ غالباً 1898ء کا ذکر ہے کہ سید غلام حسین صاحب قادیان میں تھے اور دل سے متمنی تھے کہ حضرت اقدس کوئی خدمت ان کے سپرد کریں تو وہ خوشی سے بجالائیں۔ آخر ایسا ہوا کہ ڈاک دیکھتے دیکھتے حضرت اقدسؑ نے سید صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ’’یہ ایک بلٹی ہے آپ بٹالہ سے جا کر لے آئیں‘‘۔ ساتھ ہی بلٹی ان کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ ’’ابھی ٹھہریئے‘‘۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے اور پانچ روپے لا کر سید صاحب کو دیئے کہ یہ رستہ اور بلٹی کے اخراجات کے لئے ہیں۔ اُن دنوں قادیان میں یکّے ایک دو ہی ہوا کرتے تھے اور وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ سید صاحب اس وقت 15 سالہ نوجوان تھے۔ جوشِ خدمت میں پیدل ہی چل پڑے۔ بٹالہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ پارسل آیا ہوا ہے۔ رات وہیں سرائے میں رہے۔ صبح پارسل چھڑانے گئے تو معلوم ہوا کہ پارسل کا محصول جو ہے وہ بھی بھیجنے والے نے ادا کر دیا ہے۔ پارسل لے کر واپس ہوئے تو یکہ والے کرایہ زیادہ مانگنے لگے۔ انہوں نے کفایت شعاری کی وجہ سے ایک مزدور سے چار آنے کی اجرت ٹھہرائی اور ٹوکری اس کی بہنگی میں رکھ دی اور خود پیدل چل پڑے۔ قادیان پہنچ کر حضرت کے عطا کردہ پانچ روپے میں سے چار آنے تو اس مزدور کو دیئے اور باقی پونے پانچ روپے جیب میں رکھ لئے۔ یہ ٹوکری ہاتھ میں لی۔ مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے چڑھ کر زنان خانہ کے دروازے پر پہنچے اور اندر اطلاع کروائی۔ حضرت اقدس فوراً باہر تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ آ گئے؟ ٹوکری دیکھتے ہی فرمایا کہ آپ ٹھہریں۔ اندر سے جا کر ایک بڑا سا چاقو لے آئے اور اس ٹوکری کے اوپر جو ٹاٹ سِلا ہوا تھا اس کو چاقو سے ایک طرف سے کاٹ کر اپنے دونوں ہاتھ ٹاٹ کے اندر داخل کر کے باہر نکالتے ہی فرمایا کہ یہ آپ کا حصہ

ہے۔ انہوں نے دیکھا تو وہ بڑے اعلیٰ قسم کے سبزی مائل انگور تھے۔ انہوں نے جلدی میں وہ انگور اپنے کُرتے میں ہی ڈلوا لئے۔ اس کے بعد انہوں نے وہ پونے پانچ روپے (پانچ روپے کی اس وقت بڑی قیمت ہوتی تھی) حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور یہ بقایا رقم ہے۔ صرف چار آنے خرچ ہوئے ہیں۔ اس پر حضرت صاحب نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ ''ہم اپنے دوستوں سے حساب نہیں رکھا کرتے''۔ اتنا فرمایا اور ٹوکری اٹھا کر اندر تشریف لے گئے۔ (اور لکھنے والے لکھتے ہیں کہ) انگور ان کے کُرتے میں اور پونے پانچ روپے ان کے ہاتھ میں رہ گئے۔

(ماخوذ از مجدد اعظم جلد سوم صفحہ 1275 از ڈاکٹر بشارت احمد احب مطبوعہ لاہور)

(الحکم جلد42شمارہ نمبر18-15 مؤرخہ 7جون 1939ء ص23)

حکیم عبدالرحمٰن صاحب آف گوجرانوالہ کی ایک روایت ہے کہ:

ان کے بیٹے مکرم عبدالقادر صاحب سے روایت ہے کہ ''والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مَیں قادیان گیا اور دو چار روز ٹھہرنے کے بعد اجازت مانگی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔ دو چار روز کے بعد پھر گیا۔ حضور نے پھر بھی یہی فرمایا کہ ابھی اور ٹھہرو۔ دو تین دفعہ ایسا ہی فرمایا۔ یہاں تک کہ دو اڑھائی مہینے گزر گئے۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ حضور! اب مجھے اجازت دیں۔ فرمایا کہ بہت اچھا۔ مَیں نے کتاب ازالہ اوہام کے متعلق حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضورؑ نے میر مہدی حسن شاہ صاحبؓ کے نام ایک رقعہ لکھ دیا۔ مَیں وہ رقعہ لے کر گیا تو میر صاحب نے کہا لوگ یونہی تنگ کرتے ہیں اور مفت میں کتابیں مانگتے ہیں حالانکہ روپیہ نہیں ہے اور ابھی فلاں فلاں کتاب چھپوانی ہے۔ مَیں نے کہا۔ پھر آپ میرا رقعہ دے دیں۔ انہوں نے رقعہ واپس دے دیا۔ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس واپسی کے لئے اجازت لینے گیا۔ حضور نے پوچھا کہ کیا کتابیں آپ کو مل گئی ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور! وہ تو اس طرح فرماتے تھے۔ یہ سن کر حضرت صاحب ننگے پیر میرے ساتھ چل پڑے۔ اور میر صاحب کو فرمایا کہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ جس کا یہ کام ہے وہ اس کو ضرور چلائے گا۔ آپ کو میرا رقعہ دیکھ کر فوراً کتابیں دے دینی چاہیئے تھیں۔ آپ ابھی سے گھبرا گئے۔ یہاں تو بڑی مخلوق آئے گی اور خزانے تقسیم ہوں گے۔ اس پر انہوں نے کتابیں دے دیں اور مَیں لے کر واپس آ گیا''۔ (رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) جلد 10 صفحہ 123-122 روایات حضرت حکیم عبد الرحمان صاحبؓ)

اسی طرح ایک روایت منشی غلام حیدر صاحب سب انسپکٹر اشتمال اراضی گوجرانوالہ کی ہے۔ یہ دو روایتیں مَیں نے رجسٹر روایات صحابہ سے لی ہیں۔ انہوں نے منشی احمد دین صاحبؓ اپیل نویس گوجرانوالہ کی روایت بیان کی ہے۔ ''وہ کہتے ہیں کہ مَیں جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو عموماً حضور کے سامنے ہو کر نذر پیش نہیں کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے مجھے نصیحت کی کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ سامنے ہو کر نذر پیش کرنی چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات ان لوگوں کی جب نظر پڑ جاتی ہے تو انسان کا بیڑہ پار ہو جاتا ہے۔ پھر ایک دفعہ مَیں نے سامنے ہو کر مالی تنگی کی وجہ سے کم نذرانہ پیش کیا۔ حضور نے فرمایا: 'اللہ تعالیٰ برکت دے'۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد ایک شخص نے مجھے بہت سے روپے دیئے۔ مَیں نے بہت انکار کیا۔ مگر اس نے کہا کہ مَیں نے ضرور آپ کو یہ رقم دینی ہے۔ چنانچہ اس رقم سے میری مالی تنگی دور ہو گئی۔

(رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) جلد 10 صفحہ 125 روایات حضرت منشی غلام حیدر صاحبؓ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی برکت سے انہوں نے مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: 4) کا نظارہ دیکھا۔

آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کی اشاعت کے لئے جو لوگ قربانیاں کرتے ہیں اور اپنی رقمیں پیش کرتے ہیں۔ اسلام کا درد رکھنے والے جو ہیں اس کے لئے قربانیاں کرنے کی تڑپ رکھتے ہیں اور قربانیاں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایسے نظارے دکھلاتا ہے۔ پرانے احمدیوں کی مثالیں تو مَیں مختلف وقتوں میں بتاتا رہتا ہوں۔ نئے احمدیوں کے بھی بعض ایمان افروز واقعات ہوتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ اس کی دو مثالیں مَیں آج پیش کرتا ہوں۔

آئیوری کوسٹ کے شہر بسّم (Bassam) کے ایک نومبائع احمدی مکرم یاگو علیڈو (Yago Alido) صاحب کو جماعتی مالی نظام کے تحت چندے کی شرح اور ترتیب بتائی گئی تو اگلے روز وہ خود اپنی تنخواہ کے حساب سے شرح کے مطابق چندہ عام، چندہ وقفِ جدید اور تحریکِ جدید ادا کرنے آ گئے جو کہ تقریباً 50 پاؤنڈ بن رہا تھا۔ یہ ان کے لئے بہت بڑی رقم ہے۔ یہ ان کا احمدیت قبول کرنے کے بعد پہلا چندہ تھا۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ ابھی ہمارا معلم اس چندے کی رسید کاٹ رہا تھا کہ ان صاحب کو ایک دوست کا فون آیا کہ وہ قرضہ جو مَیں نے تم سے دو سال قبل لیا تھا۔ کل آ کے مجھ سے وصول کر لو۔ یاگو علیڈو صاحب حیران ہو کر بتانے لگے کہ یہ شخص قرض لے کر ایسا رویہ اپنائے ہوئے تھا کہ مجھے اس قرض کی وصولی کی امید ہی نہیں تھی۔ اور یہ صرف اور صرف چندہ دینے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ یہ قرض مل گیا بلکہ چند روز کے بعد ان کو حکومت کی طرف سے ایک خط ملا کہ نئے سال سے نہ صرف آپ کی ملازمت میں ایک گریڈ کا اضافہ ہو گیا ہے بلکہ آپ کی تنخواہ میں پچاس فیصد کا اضافہ بھی ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے نئے اضافے والی تنخواہ وصول کی تو فوراً اپنا چندہ شرح کے مطابق دُگنا کر دیا۔ اور اب نہ صرف وہ اپنا ماہانہ چندہ ادا کر رہے ہیں بلکہ مسجد کی تزئین خوبصورتی وغیرہ کے لئے بھی اپنی جیب سے کافی خرچ کر رہے ہیں۔ اور سب کو یہ برملا کہتے ہیں کہ یہ سب جو خدا تعالیٰ کے فضلوں کی بارش ہے اس کی راہ میں مالی قربانی کرنے کے نتیجے میں ہے۔

دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ نئے آنے والوں کو بھی مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: 4) کا نہ صرف نظارہ دکھاتا ہے بلکہ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً (البقرۃ: 246) کا وعدہ بھی ہے، نقد نقد پورا فرما رہا ہے۔

امیر صاحب بینن نے ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ ریجن باسیلا کے لوکل مشنری اپنے علاقہ کے گاؤں جاپنگو (Djapengo) میں چندہ تحریکِ جدید کے بارہ میں بتا رہے تھے اور اس کی برکات کا ذکر کر رہے تھے تو وہاں کی ایک غیر احمدی حلیم نامی خاتون نے اس تحریک میں 500 فرانک سیفا چندہ دیا۔ ایک سال کے گزرنے پر اس نے دوبارہ رابطہ کیا اور گزشتہ سال کی نسبت چار گنا مزید چندہ دیا۔ اس نے بتایا کہ گزشتہ سال جب مَیں نے چندہ دیا تو اس کے بعد سے میرے کاروبار میں غیر یقینی طور پر برکت پڑ گئی ہے۔ مَیں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی برکت پڑے گی۔ اس بات نے مجھے اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور آج مَیں پھر ان کی تحریک میں چندہ دیتی ہوں اور ساتھ ہی کہا کہ مَیں جماعت میں بھی شامل ہوتی ہوں اور بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئی۔ عموماً تو ہم غیر احمدیوں سے چندہ نہیں لیتے لیکن افریقہ میں بعض ایسے تعلقات بن جاتے ہیں کہ وہ مجبور کر دیتے ہیں کہ آپ لوگ لیں۔ کیونکہ وہ دینا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چندے کا صحیح مصرف جماعت احمدیہ کرتی ہے۔ جب مَیں وہاں گھانا میں ہوتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ بعض لوگ جو زمیندار تھے وہ اپنی زکوٰۃ لے کر آ جاتے تھے۔ اور میرے پوچھنے پر کئی دفعہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہم اپنے مولوی کو دیں گے تو وہ کھا پی جائے گا۔ آپ لوگ کم از کم صحیح استعمال تو کریں گے۔ تو بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کی نیکی کو اس طرح نوازا کہ نہ صرف اس کو مالی کشائش عطا فرمائی بلکہ اس روحانی مائدے سے بھی فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائی جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے۔

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ حافظ نور احمد صاحب سوداگر پشمینہ لدھیانہ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے اور مخلص خدام میں سے ہیں۔ ان کو اپنے تجارتی کاروبار میں ایک بار سخت خسارہ ہو گیا اور کاروبار قریباً بند ہی ہو گیا۔ انہوں نے چاہا کہ وہ کسی طرح کسی دوسری جگہ چلے جاویں اور کوئی اور کاروبار کریں تا کہ اپنی مالی حالت کی اصلاح کے قابل ہو سکیں۔ وہ اس وقت کے گئے ہوئے گویا اب واپس آ سکے ہیں۔ (کافی عرصے بعد آئے تھے۔) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں برابر خط و کتابت رکھتے تھے۔ (آپ کی وفات کے بعد وہ آئے تھے۔) اور سلسلہ کی مالی خدمت اپنی طاقت اور توفیق سے بڑھ کر کرتے رہے۔ اور آج کل قادیان ہی میں مقیم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی داد و دہش اور جود و سخا کے متعلق مَیں تو ایک ہی بات کہتا ہوں کہ آپ تھوڑا دینا جانتے ہی نہ تھے۔

اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مَیں نے جب اس سفر کا ارادہ کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کچھ روپیہ مانگا۔ حضور ایک صندوقچی جس میں روپیہ رکھا کرتے تھے۔ اٹھا کر لے آئے اور میرے سامنے صندوقچی رکھ دی کہ جتنا چاہو لے لو اور حضور کو اس بات سے بہت خوشی تھی۔ مَیں نے اپنی ضرورت کے موافق لے لیا۔ گو حضور یہی فرماتے رہے کہ سارا ہی لے لو۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ حصہ سوم صفحہ 317-316)

پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بھی ہے کہ ایک تو یہ کہ بے حساب دیتا ہے، بعض دفعہ حساب لیتا بھی ہے۔ اور بعض دفعہ آخرت میں جو حساب لینا ہے اس کے علاوہ اس دنیا میں


**Earlsfield Properties**

*We will manage your property at 0% commission*

*Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years*

*Free management Service*

*Guaranteed vacant possession*

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

ہی حساب لے لیتا ہے۔اسی بارہ میں بعض واقعات ہیں۔

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ صاحب فرماتے ہیں کہ (حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی میاں میراں بخش کے بیٹے کا) خطبہ نکاح پڑھانے کے بعدمَیں بارات کے ساتھ گیا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ اس شادی شدہ لڑکے کے سوا میاں میراں بخش صاحب کے سب لڑکے گونگے اور بہرے ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ یہ ابتلا بلا وجہ نہیں ہوسکتا۔ (بہت خوف والا واقعہ ہے۔) چنانچہ مَیں نے میاں میراں بخش صاحب سے پوچھا توانہوں نے بتایا کہ میری سالی کا ایک بچہ گونگا اور بہرہ تھا تو مَیں نے بطور استہزاء کے اس کو کہنا شروع کیا کہ اگر بچہ جننا تھا تو کوئی بولنے سننے والا بچہ جنتی۔ یہ کیا بہرا اور گونگا اور ناکارہ بچہ جنا ہے۔ جب مَیں تمسخر میں حد سے بڑھ گیا تو میری سالی کہنے لگی خدا سے ڈرو، ایسا نہ ہو کہ تمہیں ابتلا آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تمسخر کو پسند نہیں کرتی۔ اس پر بھی مَیں استہزاء سے باز نہ آیا۔ بلکہ ان کو کہتا کہ دیکھ لینا میرے ہاں تندرست اولاد ہوگی۔ میری یہ بیبا کی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنی اور میرے ہاں گونگے اور بہرے بچے پیدا ہونے لگے۔ مَیں نے اس ابتلاء پر بہت استغفار کیا۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور بھی بار بار دعا کے لئے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی کو قبول فرمایا اور آخری بچہ تندرست پیدا ہوا جس کی شادی اب ہو رہی ہے۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 301-300 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس مذاق میں بھی ایسی باتیں (نہیں کہنی چاہئیں) جن کو بات کرنے والا انسان تو ہلکا پھلکا سمجھ رہا ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے کے دل پر وہ شدید چوٹ لگانے کا باعث بن جاتی ہے اور کبھی ایسی آہ بن جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیتی ہے اور اس دنیا میں پھر حساب شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور حقیقی تقویٰ دلوں میں قائم فرمائے۔

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں:۔

1938ء کا واقعہ ہے کہ ہمارے حلقہ انتخاب (حافظ آباد) میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی ممبری کے لئے دو امیدوار کھڑے ہوئے۔ یعنی ایک چوہدری ریاست علی چٹھہ تھے اور دوسرے میاں مراد بخش صاحب بھٹی۔ یہ دونوں امیدوار علاقہ کے احمدیوں سے ووٹ دینے کے لئے درخواست کر رہے تھے۔ لیکن محترم میاں سردار خان صاحب رضی اللہ عنہ ان کو یہی جواب دیتے تھے کہ جب تک حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ ثانیؓ) کی طرف سے کوئی فیصلہ صادر نہ ہو وہ کسی امیدوار کے حق میں وعدہ نہیں کر سکتے۔..........

حضرت مولانا راجیکی صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے ساتھ تشریف لے گئے اور گاؤں کی بھری مجلس میں جس میں علاوہ احمدیوں کے بہت سے غیر احمدی بھی موجود تھے یہ ہدایت سنائی کہ اسمبلی کی نشست کے لئے ووٹ چوہدری ریاست علی صاحب چٹھہ کو دئے جائیں۔ (ان دو میں سے ایک کو)۔ یہ خلافِ توقع فیصلہ سن کر علاوہ احمدیوں کے تمام حاضرین جو چوہدری ریاست علی کے مخالف تھے غصّہ سے تِلملا اٹھے اور احمدیوں کے خلاف سبّ وشتم اور مخالفانہ مظاہروں سے اس علاقہ کی فضا کو خراب کر دیا۔ ہم نے اس مخالفت کو صبر و استقلال سے برداشت کیا۔

اس موقع پر علاقہ کے ایک بھٹی رئیس حاتم علی نامی نے تو مخالفت انتہا کو پہنچا دی۔ اور جوشِ غیظ میں نہ صرف یہ کہ عام احمدیوں کو گالیاں دیں، بلکہ حضرت مولانا صاحب اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بڑی سبّ وشتم (بیہودہ دہنی) کا نشانہ بنایا۔ اور ان بزرگ ہستیوں کی سخت ہتک اور توہین کا ارتکاب کیا۔ کہتے ہیں جب اس کی بدزبانی کی انتہا ہوگئی تو حضرت مولانا راجیکی صاحب نے حاضرین مجلس کے سامنے ان کو (مخالفین کو) ان الفاظ میں مخاطب کیا کہ حاتم علی! دیکھ اس قدر ظلم اچھا نہیں۔ تیرے جیسوں کو خدا تعالیٰ زیادہ مہلت نہیں دیتا۔ یاد رکھ اگر تُو نے توبہ نہ کی تو جلد پکڑا جائے گا۔ حضرت مولوی صاحب مجمع عام میں یہ الفاظ کہہ کر اور احبابِ جماعت کو صبر کرنے اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا پڑھتے رہنے کی تلقین کر کے واپس قادیان تشریف لے گئے۔ حاکم علی آپ کے جانے کے معاً بعد بعارضہ سِل بیمار ہوگیا اور مقامی طور پر علاج کی کوشش بھی کی اور میو ہسپتال کے ماہر ڈاکٹروں سے علاج بھی کروایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا اور چار ماہ کی تکلیف دہ بیماری کے بعد یہ اپنی تمام تر دولت اور جاہ وجلال کے باوجود فوت ہوگیا، اس دنیا سے چلا گیا۔

(ماخوذ از حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ 639-637 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ فرماتے ہیں:

ایک واقعہ ضلع سیالکوٹ تحصیل پسرور کے ایک گاؤں کا ہے کہ وہاں پر حکیم مولوی نظام الدین صاحب ایک احمدی رہتے تھے۔ انہوں نے ملاقات کے وقت مجھے سنایا کہ میرے رشتہ داروں میں سے اسی علاقے کے ایک گاؤں میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو واعظ بھی تھے۔ اور حیاتِ مسیح کے عقیدہ کے اس قدر حامی تھے کہ شب و روز ان کی بحث کا آغاز اسی موضوع پر ہوتا تھا کہ عیسیٰ زندہ ہیں۔ جب ان کی خدمت میں آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ پیش کی جاتی تھی۔ وہ پوری آیت اس طرح ہے۔ اس کا اگلا حصہ بھی تب ہی سمجھ میں آئے گا جب پوری آیت سامنے ہو۔ کہ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ (آل عمران:56)

جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے نتھار کر الگ کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے اور ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک بالا دست کرنے والا ہوں۔ پھر میری ہی طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے جس کے بعد مَیں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

اب دیکھیں یہاں اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ قرآن شریف کی اپنی ترتیب ہے۔ جب یہ آیت انہیں پیش کی جاتی اور اس سے استدلال کیا جاتا تو محض جوش سے اس فقرہ کو آگے پیچھے کر دیتے اور کہتے تھے کہ مُتَوَفِّیْکَ کو وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃ کے بعد رکھتے ہیں کہ اصل ترتیب یہ ہے۔ انہیں کوئی خوف نہیں تھا کہ قرآن کریم کی کسی آیت میں تبدیلی کر رہے ہیں۔ کچھ عرصہ تو وہ اپنے جذبہ اور جوش میں مُتَوَفِّیْکَ کو زبانی موخر کرتے رہے۔ بعد میں پھر انہوں نے اسی جذبے کی شدت سے علماء سے یہ مشورہ کرنا شروع کر دیا کیوں نہ قرآنِ کریم کے تازہ ایڈیشن میں اس فقرہ کو مؤخر print کر دیا جائے، طبع کر دیا جائے۔ علماء نے کہا کہ بے شک یہ لفظ ہے تو مؤخر لیکن اگر اس کو طباعت میں پیچھے کیا گیا تو لوگوں میں شور پڑ جائے گا۔ اور بہت سخت اعتراض ہوگا۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ کچھ بھی ہو مَیں یہ کام خود کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے وعظ کر کے بہت سا روپیہ جمع کیا۔ اور امرتسر پہنچے لیکن وہاں تمام پریس والوں نے اس طرح تحریف کرنے سے قرآنِ کریم کو طبع کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ ایک سکھ پریس والے کے پاس گئے اور بہت سا روپیہ اس غرض کے لئے پیش کیا لیکن اس نے بھی مسلمانوں کے ڈر سے جرأت نہ کی اور انکار کر دیا۔ مگر مولوی صاحب مذکور کے سر میں کچھ ایسا جنون سمایا ہوا تھا کہ انہوں نے اس غرض کے لئے پریس کے پتھر وہاں سے خرید لئے اور یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے گاؤں میں طباعت کا کام کر کے تحریف کے ساتھ قرآنِ کریم طبع کروائیں گے۔ لیکن ان کے گھر پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عجیب پُر ہیبت نشان ظاہر ہوا کہ مولوی صاحب اور ان کے اہل وعیال یکا یک ایک طاعون کی لپیٹ میں آ گئے اور ایک ہی رات میں گھر کے سب لوگ جو تھے وہ موت کی نذر ہو گئے۔

(ماخوذ از حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 391 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

تو یہ نام نہاد مُلّاں اور عالم، جو تقویٰ سے بالکل عاری ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دشمنی میں تو اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں تحریف کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔ اور الزام ہے احمدیوں پر۔ بہر حال اللہ تعالیٰ بھی اپنا حساب عجیب طریقے سے لیتا ہے۔ اور جو قرآنِ کریم کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے اس کو بھی کس طرح پورا کیا۔ ہلکی سی بھی تحریف کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے بھی کرنی گوارا نہیں کی جو بظاہر کلمہ گو کہلاتا تھا اور فوراً اس کو سزا دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”اگر خدا تعالیٰ کی کچھ بھی عظمت ہو اور مرنے کا خیال اور یقین ہو تو ساری سستی اور غفلت جاتی رہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں رکھنا چاہئے اور اس سے ہمیشہ ڈرنا چاہئے۔ اس کی گرفت خطرناک ہوتی ہے۔ وہ چشم پوشی کرتا ہے اور درگزر فرماتا ہے۔ لیکن جب کسی کو پکڑتا ہے تو پھر بہت سخت پکڑتا ہے۔ یہاں تک کہ لَا یَخَافُ عُقْبٰھَا (الشمس:16) پھر وہ اس امر کی بھی پروا نہیں کرتا کہ اس کے پچھلوں کا کیا حال ہوگا۔ برخلاف اس کے جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عظمت کو دل میں جگہ دیتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو عزت دیتا ہے اور خود ان کے لئے ایک سِپر ہو جاتا ہے“۔ (ڈھال بن جاتا ہے)۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 641 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہمیشہ اپنے غضب سے، اپنی ہلکی سی سزا سے بھی ہمیں محفوظ رکھے، اور ہمیں اپنے انعامات سے نوازے۔ ہمیشہ ہمارے وہم وگمان سے بڑھ کر اپنے فضل و رحم کے نظارے دکھائے، اپنی خوف اور اپنی خشیت ہمارے دلوں میں قائم فرمائے۔ ہم کامل توکّل کرنے والے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ خود ہر موقع پر ہماری ڈھال بن جائے جیسا کہ اس کا وعدہ ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ مَیں سفر پر بھی جا رہا ہوں تو امید ہے آئندہ چند جمعے جو ہیں وہ آپ لوگ بھی باقی دنیا کی طرح MTA پر دیکھیں گے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے یہ سفر بابرکت فرمائے۔

### حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں پر

# چند اعتراضات کا جواب

## تاریخی حقائق کی روشنی میں

(ڈاکٹر مرزا سلطان احمد۔ ربوہ)

گزشتہ سو سال میں مخالفین کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں پر ہر قسم کے اعتراضات کئے گئے ہیں اور اتنے ہی عرصہ سے جماعتِ احمدیہ کی طرف سے تسلی بخش جوابات دیئے جا رہے ہیں۔ **ایک خاص قسم کے اعتراضات ایسے ہیں جن کا سلسلہ 1947ء کے بعد شروع ہوا ہے۔** یہ سلسلہ 1947ء کے بعد کیوں شروع ہوا اس کی تفصیل ہم بعد میں بیان کریں گے۔

**ان اعتراضات کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندوستان میں اس وقت موجود برطانوی حکومت کی تعریف کیوں فرمائی؟ آپ نے 1857ء کی جنگ کو مفسدہ کیوں قرار دیا اور اس کے شرکاء کو مجاہد کیوں نہیں تسلیم کیا؟ آپ نے کیوں فرمایا کہ ہم اس دور میں اور خاص طور پر ہندوستان میں قائم اس وقت حکومت کے خلاف جہاد کے نام پر قتال کے قائل نہیں ہیں اور اسے ناجائز سمجھتے ہیں؟ مزید یہ کہ آپ نے ملکہ وکٹوریہ کے لئے ملکہ معظّمہ، محسنہ اور دوسرے عزت کے نام کیوں استعمال کئے اور یہ کیوں لکھا کہ ہم اس ملکہ کی سلامتی کے لئے دعا گو ہیں؟ اور آپ نے اس وقت کی حکومت سے تعاون کی تلقین کیوں فرمائی؟ اور خاص طور پر پنجاب کا حوالہ دے کر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وطن تھا آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ انگریزوں کے آنے سے مسلمانوں کی مذہبی آزادی بحال ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔**

دوسرے مسلمانوں کی طرف سے شائع ہونے والی بیسیوں کتب میں یہ اعتراضات بار بار بڑے زور سے دہرائے گئے ہیں۔ اور اب کچھ ہی عرصہ قبل روزنامہ نوائے وقت (پاکستان) کی 14/ فروری 2010ء کی اشاعت میں محمد نواز میرانی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں اس قسم کے اعتراضات سخت بدزبانی کے ساتھ دہرائے گئے۔ اس مضمون میں تاریخی تحقیق کم اور دشنام طرازی زیادہ ہے لیکن اس قسم کے اعتراضات کا جائزہ مکمل ہونا تو ایک طرف رہا وہ شروع ہی نہیں ہوسکتا جب تک ٹھوس تاریخی حقائق ساتھ پیش نہ کئے جائیں۔ گو نواز میرانی صاحب نے تو تاریخی حقائق نہیں پیش کئے لیکن دیانتداری کا یہی تقاضا ہے کہ یہ جائزہ تاریخی حقائق کو پیش کر کے کیا جائے۔

تاریخی حقائق پیش کرنے سے قبل ہم ان کے تجزیہ کا ایک سادہ سا اصول بیان کرتے ہیں۔ اگر تاریخی حقائق سے یہ ثابت ہو کہ اُس وقت ہندوستان کے مسلمان، ان کے لیڈر، ان کی سیاسی نمائندہ تنظیم، ان کے مذہبی علماء، ان کے صحافی اور اہلِ قلم ہندوستان میں برطانوی حکومت کے خلاف تھے، اس سے نجات پانا چاہتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت سے ان کے حقوق متاثر ہو رہے ہیں، ان کی مذہبی آزادی سلب ہو رہی ہے اور اس حکومت کی وجہ سے وہ ترقی نہیں کر پا رہے تو پھر یہ مان لینا چاہئے کہ کم از کم دوسرے مسلمان یہ اعتراض تو اُٹھا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برطانوی حکومت کی تعریف کیوں کی اور اس کے ساتھ تعاون کی تلقین کیوں فرمائی؟ ہم اس سے بھی ایک قدم آگے جاتے ہیں کہ اگر یہ سب دباؤ کی وجہ سے محض خاموش بھی تھے اور یوں ان کی خاموشی بھی احتجاج کا ایک ذریعہ تھی تو پھر بھی یہ تسلیم کر لیا جائے گا کہ ان کو اعتراض اُٹھانے کا حق تو ہے۔ یہ فیصلہ تو بعد میں ہوگا کہ صحیح رائے کس کی تھی اور غلط رائے کس کی تھی۔

دوسری ممکنہ صورت یہ ہوسکتی ہے کہ **اگر اس وقت کے مسلمان اور ان کے وہ نمائندے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں اس وقت برطانوی حکومت کی تعریف کر رہے تھے، اس کو 'سایۂ خداوندی' اور 'نعمتِ خداوندی' قرار دے رہے تھے، ملکہ وکٹوریہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے، برطانوی حکومت سے وفاداری کا برملا اظہار کر رہے تھے اور اس کے لئے دعا گو تھے اور اسے ملک کی ترقی اور استحکام کے لئے ضروری قرار دے رہے تھے اور ان کی نمائندہ سیاسی تنظیم ان کی حمایت کا اعلان کر رہی تھی تو پھر ہر ذی ہوش یہ تسلیم کرے گا کہ ان اعتراضات کا کوئی جواز نہیں بنتا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں پر کئے جا رہے ہیں بلکہ یہ** اعتراض تو اعتراض کرنے والوں پر ہونا چاہئے۔ اگر ایسا ہے تو ہر پڑھا لکھا شخص مذکورہ اعتراضات کو مضحکہ خیز ہی سمجھے گا۔

اس مضمون میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی کے ایام سے لے کر پہلی جنگِ عظیم کے آغاز تک کے حقائق کا جائزہ لیں گے۔ گو کہ پہلی جنگِ عظیم کے آغاز کے بعد بھی ہندوستان کے مسلمانوں کی آراء وہی منظر پیش کرتی ہیں جو کہ اس مضمون میں بیان کیا گیا ہے لیکن طوالت کے خوف سے ہم اس مضمون کو مذکورہ مدت تک ہی محدود رکھیں گے۔

### انگریز دہلی اور پنجاب پر کس طرح قابض ہوئے

اصل ذکر شروع کرنے سے قبل یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کی عملداری یکدم شروع نہیں ہوئی بلکہ ایک عرصہ پر جو کہ سو سال کے قریب کا تھا انگریز مختلف حالات کے نتیجہ میں مختلف علاقوں پر قابض ہوئے اور ان کو پرکھ کر مختلف آراء قائم کی جاسکتی ہیں۔ لیکن دو جگہوں کا ذکر خاص طور پر ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ دہلی پر انگریز کس طرح قابض ہوئے کیونکہ یہ سلطنتِ مغلیہ کا مرکز تھا۔ اور دوسرے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ پنجاب پر انگریز کن حالات کے بعد قابض ہوئے کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وطن تھا اور بہت سے مقامات پر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برطانوی حکومت کی تعریف فرمائی ہے وہاں پنجاب میں پہلے اور بعد کے حالات کا موازنہ بیان فرمایا ہے۔

**عموماً یہ غلط خیال عام ہے کہ 1857ء کی جنگ کے نتیجہ میں دہلی پر انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی تھی اور مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوا تھا۔ اس سے بہت قبل شاہ عالم ثانی کے عہد میں بھی دہلی پر مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور عملاً برطانوی عملداری قائم ہو چکی تھی۔** جب شاہ عالم دہلی کے تخت پر بیٹھے تو غلام قادر روہیلہ، جو افغان تھا، نے سکھوں کے ساتھ مل کر بادشاہ کو قیدی بنایا اور اس کی آنکھیں نکال لیں۔ پھر یہ بدنصیب بادشاہ اور دہلی مرہٹوں کے قبضہ میں چلا گیا اور انہوں نے بھی اسے اذیت ناک قید کی حالت میں رکھا۔ یہ بادشاہ 1803ء تک مرہٹوں کا تختہ مشق بنا رہا۔ جب انگریزوں اور مرہٹوں میں جنگیں شروع ہوئیں اور دہلی سے چھ میل کے فاصلہ پر بھی مرہٹوں کو شکست ہوئی تو شہر اور دہلی کا قلعہ بھی انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اس پس منظر میں شاہ عالم نے انگریزوں کے جنرل لیک کو خط لکھا اور ان کی پناہ میں آنے کی درخواست کی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے انہیں قید سے رہا کروا کر ان کی پنشن مقرر کر دی اور ان کی جائیداد کی آمد بھی ان کو ملتی رہی۔ 1837ء میں مغل فرمانروا کو یہ اختیار مل گیا کہ وہ اپنے آپ کو دہلی کا بادشاہ کہلا سکتے ہیں، اپنے مقربین کو خلعات اور خطابات دے سکتے ہیں۔ بادشاہ اور ان کا خاندان لوکل کورٹ سے بری تھا لیکن کمپنی کی حکومت کے زیرِ نگین تھا اور دہلی کا انتظام بھی کمپنی کی حکومت کے ماتحت تھا۔

(مقدمہ بہادر شاہ ظفر، مصنفہ حسن نظامی، الفیصل ناشران لاہور، 1990ء صفحہ 96)

**پنجاب اور پنجاب کے علاوہ وسیع علاقہ جس میں اب کا صوبہ سرحد وغیرہ شامل ہیں، مغلیہ سلطنت سے انگریزوں کے پاس نہیں گیا تھا بلکہ انگریزوں کے آنے کے وقت یہاں پر سکھوں کی وسیع سلطنت قائم تھی۔** راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں تو مسلمانوں کی کچھ اشک شوئی ہوئی ورنہ **سکھوں کے دور میں مسلمانوں پر ہر قسم کی زیادتی کی گئی اور ان کی مذہبی آزادی مکمل طور پر سلب کر لی گئی۔** ان کے اموال اور جائیدادیں غصب کئے گئے اور ان کی حالت ایک پسے ہوئے محکوم کی ہوگئی۔ راجہ رنجیت سنگھ کے بعد پنجاب کے حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ ایک بڑا مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا کہ فوج اتنی سرکش ہوگئی کہ کسی کے قابو میں نہ رہی۔ کبھی یہ فوج یہ مطالبہ کرتی کہ فلاں وزیر ہمیں سونے کی ایک ایک انگوٹھی دے تو وہ بیچارہ مرتا کیا نہ کرتا کا مصداق اس کا انتظام کر کے ان سے اپنی جان بچاتا۔ کبھی سکھ فوجی کسی اور وزیر کا پیچھا کرتے اور وہ اپنی جان بچانے کے لئے دوڑتا تو مال آہستہ آہستہ پھینکتا جاتا تا کہ یہ فوجی لوٹ مار میں مشغول رہیں اور اس کی جان بچی رہے۔ جب یہ مال ختم ہو جاتا تو پھر اس کی زندگی بھی ختم کر دی جاتی۔ کبھی یہ راجہ کے وزیر اور ماموں کو پکڑ کر قید کر دیتے۔ ان حالات میں ایسا بھی ہوتا رہا کہ ایک شخص کو وزیر اعظم بنانے کی پیشکش ہوتی اور وہ کانوں کو ہاتھ لگاتا اور اپنی فوج کے ڈر سے وزیر بننے سے انکار کر دیتا۔ ایسا بھی ہوا کہ وزیر فوج کے نمائندوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوتا اور کہتا کہ خالصہ مجھ سے کون سی نمک حرامی ہوئی ہے؟ پھر جب یہ فوج کسی طرف کوچ کرتی تو اپنے ملک کو لوٹتی جاتی۔ ان حالات میں سکھ سلطنت کے وزیر سر جوڑ کر بیٹھے کے اب اس مسئلہ کا کیا حل کیا جائے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح اپنی فوج کو انگریزوں سے لڑا کر کمزور کیا جائے تا کہ ان کے ظلم سے جان چھوٹے۔ ان وزیروں نے فوج کو کہا کہ انگریزوں نے ہمارے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ خالصہ انہیں سبق سکھائے۔ سکھ فوج اشتعال میں آکر تیار ہوگئی اور سرحد کی طرف کوچ کیا اور حسبِ سابق اپنے ملک کو راستے میں لوٹتے گئے۔ انگریزوں نے اشتہار بھجوائے کہ ہم معاہدے پر قائم ہیں لہٰذا جنگ کا ارادہ ختم کیا جائے۔ لیکن کون سن رہا تھا؟ 1845ء میں جنگیں شروع ہوئیں اور جب کسی مقام پر سکھ فوج کے لیڈر خود یہ محسوس کرتے کہ انگریز ہارنے لگے ہیں تو وہ اپنے مخصوص دستے پیچھے ہٹا لیتے تا کہ ان کی اپنی فوج کو شکست ہو۔ آخر کار اپنوں کی کوششوں کے نتیجے میں انگریز فوج لاہور پر قابض ہوگئی۔ جب انگریز فوج نے جنگ کے اخراجات پر مشتمل بھاری تاوان وصول کر لیا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ لاہور چھوڑ کر چلے جائیں اور کمسن راجہ دلیپ سنگھ کی حکومت پھر یہاں پر قائم ہو تو خود سکھ دربار کے عمائدین نے انگریز فوج سے کہا کہ وہ ابھی لاہور چھوڑ کر نہ جائیں ورنہ ہماری فوج پھر ہمیں تنگ کرے گی اور یہ پیشکش کی کہ انگریز فوج کے اخراجات سکھ سلطنت کا خزانہ اُٹھائے گا لیکن وہ لاہور میں مقیم رہے۔ چنانچہ انگریز فوج نے وہاں رہنا قبول کیا۔ اس کے بعد جب دوسری مرتبہ سکھ فوج نے انگریز فوج پر حملہ کیا تو پھر اس جنگ میں کامیابی کے بعد پنجاب کا بھی کمپنی کی حکومت کے ساتھ پورا الحاق کر دیا گیا۔

**سکھوں کے عہد میں بہت سی مساجد کو فوج کے رہنے کے لئے یا اسلحہ رکھنے کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا۔** انگریزوں کے قابض ہونے کے بعد یہ مساجد مسلمانوں کو واپس دی گئیں۔ لاہور کی بادشاہی مسجد میں بھی سکھوں کے عہد میں کبھی توپخانہ کبھی پلٹن اور کبھی سوار فوج رہا کرتی تھی۔ سکھ اس مسجد کی پتھر کی سلیں بھی اکھاڑ کر لے گئے تھے۔ مسجد مستی دروازہ میں سکھوں کے عہد میں بارود رکھا گیا تھا۔ پورے صوبہ میں اذان دینے پر پابندی تھی۔ کچھ مقامات پر امام مسجد سے مچلکہ لیا گیا کہ آئندہ اذان نہیں دے گا۔ مسلمان مقابر بھی اس دستبرد سے محفوظ نہیں تھے۔ مقبرہ جہانگیر اور مقبرہ نور جہاں اور مقبرہ آصف جاہ سے پتھر نکال کر سکھوں نے اپنی عمارات پر لگائے۔ سکھ فرمانرواؤں کی حالت یہ تھی کہ ایک دن رنجیت سنگھ ایک طوائف کو لے کر مسجد وزیر خان میں آیا اور محوِ نشاط رہا۔ اس کے بعد وہ بیمار ہوگیا تو گھبرا کر اس نے پانچ سو روپیہ نذرانہ مسجد کے لئے دیا۔ بہت سے مسلمان بزرگوں کے مزاروں کو بارود رکھنے کے لئے استعمال کیا گیا اور مدرسوں کو فوجیوں کی چھاؤنیاں بنا دیا گیا۔

(History of The Sikhs by j.d.Cunningham,Published by low price publication Dehli 1997p742-772

A Book of Reading On the History of The Punjab ,Ikram Ali Malik,p91-170)

اس دور میں جب حکمرانوں کی یہ حالت ہو کہ وہ خود اپنی فوج کو ہروا رہے ہوں تا کہ وہ ان کی دستبرد سے محفوظ رہیں اور فاتح فوج سے درخواست کر رہے ہوں کہ ہم سے رقم لے لو لیکن ہمیں اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤ ورنہ ہماری فوج ہمیں تنگ کرے گی تو مسلمان جو محکوم تھے ان کا کیا حال ہوسکتا تھا یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

**''ابھی بہتیرے ایسے لوگ زندہ ہونگے جنہوں نے کسی قدر سکھوں کا زمانہ دیکھا ہوگا۔ اب وہی بتائیں کہ سکھوں کے عہد میں مسلمانوں اور اسلام کا کیا حال تھا۔ ایک ضروری شعار اسلام کا جو بانگ نماز ہے وہی ایک جرم کی صورت میں سمجھا گیا تھا۔ کیا مجال تھی کہ کوئی اونچی آواز سے بانگ کہتا اور پھر سکھوں کے برچھوں اور نیزوں سے بچ رہتا۔ تو اب کیا خدا نے یہ بُرا کام کیا جو سکھوں کی بے جا دست اندازیوں سے مسلمانوں کو چھڑایا اور گورنمنٹ انگریزی کی امن بخش حکومت میں داخل کیا۔''**

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 13)

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:

''کیا ان کو سکھوں کا زمانہ یاد نہیں رہا جو بانگ نماز پر بھی قتل کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے۔ گورنمنٹِ انگریزی نے کیا گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا اس کے معزز حکام کو دی جاتی ہے۔ سو گورنمنٹ نے پنجاب میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں کو اپنے مذہب میں پوری آزادی دی۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے جو دھیمی آواز سے بھی بانگِ نماز دے کر ماریں کھاویں بلکہ اب بلند میناروں پر چڑھ کر بانگیں دو اور

اپنی مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھو کوئی مانع نہیں۔سکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں کی غلاموں کی طرح زندگی تھی۔اور اب انگریزی عملداری سے سے دوبارہ ان کی عزت قائم ہوئی۔جان اور مال اور عزت تینوں محفوظ ہوئے۔اسلامی کتب خانوں کے دروازے کھولے گئے تو کیا انگریزی گورنمنٹ نے نیکی کی یا بدی کی؟سکھوں کے زمانہ میں بزرگوار مسلمانوں کی قبریں بھی اکھیڑی جاتی تھیں سرہند کا واقعہ اب تک کسی کو بھولا نہیں ہوگا۔‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔روحانی خزائن جلد 17 صفحہ24)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہر جگہ جہاں پر انگریزوں کا قبضہ ہوا ایک جیسے حالات نہیں تھے لیکن یہ دو بڑی مثالیں اس وقت کے حالات کی کافی وضاحت کر دیتی ہیں۔لیکن ان کتب میں جو کہ جماعت کے مخالفین کی طرف سے لکھی گئی ہیں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت تھی اور انگریزوں نے آ کر مسلمانوں کو ان کی حکومت سے بے دخل کر کے قبضہ کر لیا اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس کے باوجود اس حکومت کی تعریف کر رہے ہیں۔

مثلاً ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب تحریر کرتے ہیں:

’’تاریخ کا ادنیٰ سا طالب علم اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ انگریز نے ہندوستان میں آ کر سولہ لاکھ مربع میل پہ پھیلی ہوئی سلطنت چھینی۔اس کے بعد ہم سے زمینیں لیں۔ پھر تمام سرکاری ملازمتوں اور درسگاہوں کے دروازے ہم پر بند کئے۔ہمارے ہزارہا قضاۃ کو معزول کر کے شرعی فیصلوں سے ہمیں محروم کیا۔‘‘(ایک حرفِ محرمانہ۔ مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ181)

سولہ لاکھ مربع میل کے تذکرہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب سمیت سارے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے سلطنتِ مغلیہ قائم تھی اور شریعت کا نظام نافذ تھا۔حالانکہ حقائق بالکل ایک اور منظر پیش کر رہے ہیں۔خدا جانے کہ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ سکھوں اور مرہٹوں کی حکومت میں شرعی عدالتیں کام کر رہی تھیں؟ نہ صرف اس علاقے میں جواب پاکستان میں شامل ہے بلکہ ہندوستان میں کہیں پر ہزاروں شرعی عدالتوں کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا جن کے ہاتھ سے نکل جانے پر اتنا افسوس کیا جا رہا ہے۔

اس دور میں طوائف الملوکیت کی وجہ سے ہندوستان کے حالات ابتر ہو رہے تھے۔**ایک وقت ایسا بھی آیا جب کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر انگریز حکمران تھے اور ایک حصہ پر مقامی حکمران موجود تھے۔اس وقت عام رائے کیا تھی۔اس کے متعلق سرسید احمد خان تحریر کرتے ہیں۔**

’’اس زمانہ سے چند روز پیشتر تک تمام رعایا اور رئیسوں کے دل ہماری گورنمنٹ کی طرف کھنچتے تھے اور ہماری گورنمنٹ اور اس کے حکام متعہد کے اخلاق اور اوصاف اور رحم اور استحکام عہود اور رعایا پروری اور امن اور آسائش سن سن کر جو عملداریاں ہندو اور مسلمانوں کی ماری گورنمنٹ کے ہمسائے میں تھیں وہ خواہش رکھتی تھیں کہ ہماری گورنمنٹ کے سایہ میں ہوں۔‘‘

(مقالاتِ سرسید حصہ نہم صفحہ55)

## حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے فتوے

سکھوں کے دور میں سید احمد شہید صاحبؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ سید احمد شہید صاحبؒ نے فتویٰ دیا کہ:

**’’سرکار انگریز گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرضِ مذہبی اور عباداتِ لازمی سے روکتی ہے۔ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی۔بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ ہمارا اصل کام اشاعتِ توحید الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے۔سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔پھر ہم سرکارِ انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلافِ اصولِ مذہب طرفین کا خون بلاسبب گرا دیں۔‘‘**

(سوانح احمدی ،مولفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری ،صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤالدین صفحہ71)

تو سید احمد شہید صاحبؒ کے نزدیک اس دور میں انگریز حکومت کے خلاف جہاد کرنا خلافِ اصولِ مذہب اسلام تھا۔

۞......اسی دور میں **مولوی اسماعیل شہید صاحب** نے سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور لشکر ترتیب دیئے۔انہوں نے یہ واضح اعلان کیا کہ:

**’جو مسلمان سرکارِ انگریز کی امان میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے۔‘**

(مقالاتِ سرسید حصہ نہم صفحہ57)

ان حقائق کو پڑھنے کے بعد اب **دیکھیں کہ تقی عثمانی صاحب اور سمیع الحق صاحب کیا لکھتے ہیں**۔وہ لکھتے ہیں:

’’اگر مرزا صاحب 57ء کے بعد انگریزی سلطنت کے قدم جمانے کی وجہ سے مجبوراً جہاد کی مخالفت کرتے ہیں تو 57ء اور اس سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے فوراً بعد مجاہدین سید احمد شہید کے جہاد میں مرزا صاحب اور ان کا پورا خاندان سکھوں اور انگریزی استعمار کیلئے میدان ہموار کرنے کے لئے جانی اور مالی قربانیاں دیتے رہے۔‘‘

(قادیانی فتنہ اور ملتِ اسلامیہ کا موقف مرتبہ تقی عثمانی ،سمیع الحق صاحب صفحہ155)

**پہلی حقیقت یہ** ہے کہ سید احمد شہید صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا ہی نہیں تھا۔

**دوسری حقیقت یہ** ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو انہیں اپنا ارہاص قرار دیا ہے البتہ اس وقت کے علماء ان کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

**تیسری حقیقت یہ** ہے کہ خود درانی مسلمان سرداروں نے سکھوں کے ساتھ مل کر انہیں زہر دے کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔اور بالاکوٹ میں جب سید احمد شہید صاحب کی شہادت ہوئی تو اس علاقہ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن اس وقت بے حسی کا یہ عالم تھا کہ جب سید احمد شہید صاحب سکھوں کے آٹھ دس ہزار کے لشکر کے مقابلہ پر نکلے تو صرف آٹھ نو سو مسلمان ان کے ساتھ لڑنے کو نکلے تھے۔ تاریخ حقائق کے مجموعے کا نام ہے۔ہوائی قلعوں کو اکھٹا کرنے سے تو محض افسانوں کا مجموعہ بنتا ہے۔

(A Book of Reading On the History of The Punjab, Ikram Ali Malik,p59-77)

## 1857ء کی جنگ

پنجاب کے الحاق کے بعد **1857ء کی جنگ** کا وقت آتا ہے۔**اس حوالے سے بھی جماعت کے مخالف لٹریچر میں بہت اعتراضات کئے گئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جنگ کو جہاد نہیں سمجھا**۔چنانچہ دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم نے 1987ء میں ایک ختم نبوت نمبر نکالا۔ اس میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں نعوذُ باللہ انگریز پرستی جنون کی حد تک موجود تھی۔اس کا ثبوت انہوں نے یہ پیش کیا ہے کہ مرزا صاحب نے 1857ء کی جنگ مجاہدین کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔اور پھر یہ دہراتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مرزائیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے۔(ماہنامہ دارالعلوم جون جولائی اگست 1987ء صفحہ121)

**اس الزام کا جائزہ لینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے جو اس دور کے مسلمانوں کے لیڈر تھے اور جو مسلمانوں کے دفاع کے لئے کوشاں تھے انہوں نے اس بارہ میں کیا رائے دی تھی**۔کیا انہوں نے اسے اسلامی جہاد قرار دیا تھا۔

چنانچہ **سرسید احمد خان صاحب 1857ء کی جنگ میں شرکت کرنے والوں کے بارہ میں لکھتے ہیں**۔یہ الفاظ بہت سخت ہیں ہم ان کی تصدیق یا تردید کئے بغیر اسے درج کرتے ہیں:

**’’غور کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں جن لوگوں نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جا سکتے تھے۔اس ہنگامے میں کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہیں ہوئی**۔سب جانتے ہیں کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا ۔ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کی رو سے درست نہ تھی ،صریح ظاہر ہے کہ بے گناہوں کا قتل علی الخصوص عورتوں اور بچوں اور بڈھوں کا مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔پھر کیونکر یہ ہنگامہ غدر جہاد ہو سکتا تھا۔**ہاں البتہ چند بد ذاتوں نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔پھر یہ بات بھی مفسدوں کی حرامزدگیوں میں سے ایک حرامزدگی تھی نہ واقع میں جہاد۔‘‘**

(مقالاتِ سرسید حصہ نہم صفحہ57و58)

واضح رہے کہ سرسید نے یہ کتاب ’’اسبابِ بغاوتِ ہند‘‘ مسلمانوں کے دفاع میں لکھی تھی۔

اب ہم حسن نظامی صاحب کی مثال پیش کرتے ہیں۔**حسن نظامی صاحب اس جنگ کے بارہ میں لکھتے ہیں:**۔

**’’غدر 1857ء میں جس قسم کے ناجائز واقعات پیش آئے اسلام نے کہیں بھی ان کی اجازت نہیں دی**۔تیرہ سو برس سے آج تک تاریخ ایک واقعہ بھی پیش نہیں کرتی کہ اسلام کی اجازت سے اس قسم کی کوئی حرکت کی گئی ہو جیسی غدر 57ء میں پیش آئی۔‘‘(مقدمہ بہادر شاہ ظفر ،مصنفہ حسن نظامی صاحب ، الفیصل ناشران لاہور ،مقدمہ)

بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ کے ایک اہم مسلمان گواہ **حکیم احسن اللہ خان صاحب** نے اس جنگ میں شامل فوجیوں کے رویہ کے بارہ میں یہ گواہی دی:

’’دیہاتی باشندوں پر باغی فوج کا کچھ اثر نہیں تھا۔ اس لئے اگر ایسا ہوتا تو وہ ان سے بہت نرمی سے پیش آتے نہ کہ ان کے مکانات کی لوٹ مار اور ان پر جبر و تعدی روا رکھتے۔ہنگامہ برپا کرنے کے بیشتر باغی دہلی کے مسلمانوں سے ملے ہوئے نہیں تھے۔اگر ملے ہوئے ہوتے تو دہلی کے مسلمانوں پر ایسا ستم نہ توڑتے جیسا کہ انہوں نے توڑا۔‘‘

(مقدمہ بہادر شاہ ظفر ،مصنفہ حسن نظامی صاحب ، الفیصل ناشران لاہور صفحہ239)

یہ اس وقت کے مسلمانوں کے عمائدین کی رائے ہے۔اس پس منظر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں پر اس حوالے سے اعتراض کرنا ایک بے معنی بات ہے۔

## ملکہ وکٹوریہ کی تعریف کیوں کی؟

بہر حال 1857ء کی جنگ تو ختم ہوئی لیکن مسلمانوں پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔فاتح افواج نے ان کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا۔،ہم وطن سکھوں نے مغل شہزادوں کی لاشیں بھی مسخ کیں۔ہندو خود بھی اس جنگ میں شامل تھے لیکن بہادر شاہ ظفر کے سیکرٹری مکند لال سمیت ہندو گواہوں نے ایسی گواہیاں دیں کہ سب الزام مسلمانوں پر آئے اور وہی انتقام کا نشانہ بنیں۔مسلمانوں کی جائیدادیں ضبط ہوئیں ۔دہلی میں مسلمانوں کو سرعام پھانسی دی گئی۔الغرض ایک قیامت تھی جو ان کے سروں پر ٹوٹ پڑی۔یہ وحشیانہ سلسلہ اس شدت سے جاری تھا کہ ملکہ وکٹوریہ کو خود مداخلت کر کے ایک شاہی حکم نامہ جاری کرنا پڑا۔ اس میں ہندوستان کو ایسٹ انڈیا کی عملداری سے نکال کر تاجِ برطانیہ کے تحت لے لیا گیا۔یہ اعلان کیا گیا کہ اب براہ راست قتل کرنے والوں کے علاوہ 1857ء کی جنگ کے کسی جرم پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔اور مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ اب اگر کسی عہدیدار نے ہندوستان میں کسی بھی مذہب سے وابستہ شخص کی مذہبی آزادی میں خلل ڈالا یا اس کی عبادت میں کسی طرح مزاحم ہوا تو وہ شاہی عتاب کا شکار ہوگا۔اس اعلان پر مسلمانوں کا ردعمل کیا تھا اس کا اندازہ **سرسید احمد خان** کی اس تحریر سے ہوتا ہے۔وہ لکھتے ہیں۔

’’خداوند ہمیشہ ہماری ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کا حافظ ہے۔مَیں بیان نہیں کر سکتا خوبی اس پُر رحم اشتہار کی جو ہماری ملکہ معظّمہ نے جاری کیا ہے **بے شک ہماری ملکہ معظّمہ کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے۔بے شک یہ پُر رحم اشتہار الہام سے جاری ہوا ہے۔‘**

(مقالاتِ سرسید حصہ نہم صفحہ106)

اس وجہ سے **مسلمان علماء ملکہ وکٹوریہ کے بارے میں کیا خیالات رکھتے تھے**۔اس کا اندازہ **مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب** کی اس تحریر سے ہوتا ہے۔مولوی صاحب اہلِ حدیث کے ایک لیڈر، رسالہ اشاعۃ السنہ کے ایڈیٹر اور احمدیت کے اشد ترین مخالف تھے۔وہ لکھتے ہیں:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع یا پیرو نہ ہونے کا جرم ہم نے اس شخص پر قائم کیا ہے جو آزادیِ مذہب کی نظر سے برٹش سلطنت کو پسند نہ کرے......۔‘‘

’’جوبلی کے موقع پر اہلِ حدیث وغیرہ اہلِ اسلام رعایا برٹش گورنمنٹ نے جو خوشی کی ہے اور اپنی مہربان ملکہ قیصر کی ترقی عمر و استحکام سلطنت کے لئے دعا کی ہے اس کے جواز پر کتاب وسنت میں شہادت پائی جاتی ہے‘‘۔

’پس واضح ہو کہ جو کچھ اس موقع پر اہلِ حدیث نے کیا ہے وہ امور ذیل ہیں:

1) ملکہ معظّمہ کی تعظیم کرنا۔اور تعظیمی الفاظ سے اوس کو یاد کرنا۔

2) ملکہ معظّمہ کی حکومت پنجاہ سالہ پر خوشی کرنا اور اس


قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

| ریلوے روڈ | اقصیٰ روڈ |
| --- | --- |
| 6214750 | 6212515 |
| 6214760 | 6215455 |

پروپرائٹر۔میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

خوشی میں مسلمانوں کو کھانا کھلانا۔

3) برٹش سلطنت کی اطاعت وعقیدت کو ظاہر کرنا اور اس کو فرضِ مذہبی بنانا۔

4) اس سلطنت کی برکات واحسانات (امن آزادی وغیرہ) کا معترف ہونا۔ اور اوس پر ملکہ معظّمہ کی تعریف کرنا اور شکرگزار کرنا''۔

(اشاعة السنه نمبر اول جلد 10صفحه15 تا 17 ،مضمون طاعنینِ اشاعة السنه کا جواب)

**ملکہ وکٹوریہ کے بارے میں ان کے انتقال تک مسلمانوں میں کیسے جذبات پائے جاتے تھے اس کا اندازہ علامہ اقبال کے ان اشعار سے ہوتا ہے جو کہ انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر لکھے تھے۔** یہ 110 اشعار کا مرثیہ تھا جو کہ غلام رسول مہر صاحب نے سرودِ رفتہ میں محفوظ کیا اور علامہ اقبال پر لکھی گئی کتاب میں دانائے راز مصنفہ سید نذیر نیازی کے صفحہ 291 پر اس کے لکھے جانے کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے ہند تیرے سر سے اُٹھا سایہ خدا
اک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی گئی
برطانیہ تو آج گلے مل کر ہم سے رو
سامان ِ بحر ریزی طوفاں کئے ہوئے
میت اُٹھی ہے شاہ کی تعظیم کے لئے
اقبال اُڑ کے خاک ِ سر راہ گزار ہو
آئی ادھر نشاط ادھر غم بھی آ گیا
کل عید تھی تو آج محرم بھی آ گیا
کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے
اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے

نواز میرانی صاحب کے جس مضمون کا ہم نے ذکر کیا ہے اس مضمون میں وہ اس بات پر شدید اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ وکٹوریہ کے متعلق ملکہ معظّمہ اور محسنہ کے الفاظ کیوں استعمال کئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ یہ ننگِ دنیا اور ننگِ دین ہونے کے مترادف ہے۔ اگر مندرجہ بالا حوالوں پر نظر ڈالی جائے تو ان کا اعتراض سراسر نامعقول نظر آتا ہے۔ سرسید احمد خان، علامہ اقبال اور خود جماعتِ احمدیہ کے مخالف علماء کی مثالیں بالکل واضح ہیں۔ اور ویسے بھی مروجہ دستور کے مطابق عزت کے القاب کے ساتھ کسی کا نام لینا کب سے محلِ اعتراض ٹھہرا۔

ہم خود بانیٔ پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جب سید امیر علی صاحب کو پریوی کونسل میں مقرر کیا گیا تو اس کی خوشی میں مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا۔ اس میں خود قائدِ اعظم نے جو قرارداد پیش کی اس کے الفاظ یہ تھے:

This Public meeting of the Mahommadans begs to tender its heartfelt thanks to His Most Gracious Majestyt he King Emperor

اس کا لفظی ترجمہ یہ بنے گا کہ مسلمانوں کا یہ جلسہ اپنے سب سے زیادہ محسن سلطانِ معظم کی خدمت میں اپنے اظہار تشکر کو پیش کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔

(The Collected Works of Quaid e Azam Mohammad Ali Jinnah vol 1,compiled by Syed Sharifuddin Pirzada,EWP 1984p14)

اگر میرانی صاحب کا خود ساختہ کلیہ قبول کیا جائے تو اس کی زد میں کون کون آئے گا یہ بالکل واضح ہے۔

سرسید کہتے ہیں کہ ملکہ کا حکم نامہ الہام سے جاری ہوا، **شاعرِ مشرق اور مفکرِ پاکستان علامہ اقبال کہہ رہے ہیں ملکہ وکٹوریہ سایہ خدا تھیں، علماء کہہ رہے ہیں کہ ملکہ اور ان کی حکومت کی تعریف کرنا فریضہ مذہبی ہے۔ اور یہ حضرات پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر پر اعتراض کر رہے ہیں۔ تعجب ہے!**

## برطانوی حکومت کا مسلمان حکومتوں سے موازنہ:

**اسی طرح ایک اور الزام جماعتِ احمدیہ پر لگایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس وقت ہندوستان میں قائم برطانوی حکومت کو مذہبی رواداری اور مذہبی آزادی کے معاملہ میں اس دور کی مسلمان حکومتوں سے بہتر قرار دیا اور اس طرح مسلمانوں کے جذبات احمدیوں کے خلاف بھڑک اُٹھے۔** حتیٰ کہ جب 1953ء میں احمدیوں کے خلاف ہونے والے فسادات پر عدالتی کمیشن قائم کیا گیا تو اس میں اس معاملہ پر یہ رائے دی گئی۔

'لیکن جب انہوں نے عقیدہ جہاد کی تاویل میں 'مہربان انگریزی حکومت' اور اس کی مذہبی رواداری کی تعریف نہایت خوشامدانہ لہجے میں کرنی شروع کی تو اس تاویل پر چند در چند شبہات پیدا ہونے لگے۔ پھر جب مرزا صاحب نے ممالکِ اسلامی کی عدم رواداری انگریز کی فراخ دلانہ پالیسی کا مقابلہ وموازنہ توہین آمیز انداز میں کیا تو مسلمانوں کا غیظ وغضب اور بھی مشتعل ہوگیا۔' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت فساداتِ پنجاب 1953ء صفحه208)

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو اس کا ذکر ہم تفصیل سے کریں گے کہ **جتنی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی ہے اس سے بہت زیادہ تعریف خود دوسرے فرقوں کے مسلمان علماء نے، مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی تنظیم نے، ان کے مسلمہ سیاسی لیڈروں نے کی ہے۔**

**جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ اس وقت کے مسلمان ممالک سے موازنہ کرتے ہوئے برطانوی حکومت کی رواداری کی تعریف کی تو اس ضمن میں صرف دو حوالے پیش ہیں جو حقیقت کو بالکل واضح کر دیتے ہیں۔**

**سرسید احمد خان صاحب اس وقت کی مسلمان حکومتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:**

**'کوئی مسلمان حکومت اس وقت دنیا میں ایسی موجود نہیں جس پر مہذب گورنمنٹ کا اطلاق ہو سکے، یا اس کا ملک یا اس کی رعایا ترقی یافتہ حالت میں ہو، یا وہاں کی رعایا کو اپنے تمام حقوق مالی وذاتی حاصل ہوں، یا اپنے مال وذات بالکلیہ امن رکھتی ہو، یا کمزور مستحق کو غیر مستحق زور آور کا اندیشہ نہ ہو۔'**

پھر وہ لکھتے ہیں:

'ایسا ملک ایسی قوم ہمیشہ تنزل کی حالت میں رہتی ہے۔ تہذیب وشائستگی کی ہوا بھی وہاں تک نہیں جاتی۔ کوئی مستحکم قانون اس کے ہاں نہیں ہوتا۔ کسی شخص کے حقوق محفوظ نہیں ہوتے۔ کوئی شخص مال سے پوراپورا تمتع حاصل نہیں کر سکتا، نہ کبھی ملک میں امن ہوتا ہے۔ کُل مسلمان گورنمنٹوں کا جو کہ اس وقت دنیا میں موجود ہیں ان کا یہی حال ہے۔' (مقالاتِ سرسید حصه نهم صفحه2-3)

مندرجہ بالا الفاظ سے زیادہ سخت الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دور کی مسلمان حکومتوں کے بارہ میں استعمال نہیں فرمائے۔

اب ہم ایک مذہبی لیڈر اور جماعتِ احمدیہ کے سخت دشمن **مولوی محمد حسین بٹالوی** صاحب کی تحریر پیش کرتے ہیں۔

'آزادیِ مذہب جو اس سلطنت میں مسلمانوں کو حاصل ہے وہ بجائے خود ایک مستقل دلیل جوازِ مسرت ہے اس آزادی مذہبی کی نظر سے مسلمانوں کو اس حکومت پر اس قدر مسرت لازم ہے جس قدر ان کو اپنے مذہب کی مسرت و محبت ہے۔ خصوصاً گروہِ اہلحدیث کو جن کو بجز اس سلطنت کے کہیں اور ایسی آزادی حاصل نہیں۔

اور اگر ہم ذرا غور اور تامل سے کام لیں اور یہ خیال کریں کہ ہمارا اس سلطنت کے لئے دعا کرنا ان برکاتِ امن وآزادی مذہبی اور اسبابِ ترقی کی نظر سے ہے جن سے ہمارے دین ودنیا کو مدد پہنچتی ہے تو اس سلطنت کے لئے دعاء برکت وسلامت نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہ دعا درحقیقت اپنے ہی مذہب وحسنِ معاشرت کے لیے ہے جس کی ضرورت میں کسی کو شک نہیں۔'

(مضمون طاعنینِ اشاعة السنه کا جواب ،اشاعة السنه نمبر اول جلد 10 صفحه14-15)

یہ صرف دو مثالیں ہیں ورنہ اس قسم کے جذبات کا اظہار ہر طرف سے ہو رہا تھا۔ اس پس منظر میں یہ اعتراض کوئی جواز نہیں رکھتا۔

**(باقی آئندہ)**

# سیرالیون میں تین مساجد کے سنگ بنیاد کی مبارک تقریب

**(رپورٹ : محمد قاسم طاهر ۔مبلغ سلسله سیرالیون)**

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیرالیون میں ایک نہایت ہی مخلص اور فعال جماعت قائم ہے اور دن بدن ترقی پذیر ہے۔ یہاں ہماری بہت سی مساجد ہیں لیکن نئی جماعتیں بننے اور نومبائعین کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے بعض اور مساجد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس لئے امسال جلسہ سالانہ کے بعد سیرالیون کی جماعت میں تین نئی مساجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ جس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

## Rokupr میں مسجد کا سنگ بنیاد

مورخہ 15/مارچ 2010ء کو بعد از نماز عصر احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول روکوپر کے کمپاؤنڈ میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ روکوپور میں یہ دوسری احمدیہ مسجد ہے۔ یہ سنگ بنیاد جلسہ سالانہ سیرالیون میں شامل ہونے والے مرکزی نمائندہ مکرم بشیر احمد صاحب اختر نے رکھا۔ اس موقعہ پر بعض دیگر مبلغین اور ذیلی تنظیموں کے صدران شامل ہوئے۔

## Kenema میں مسجد کا سنگ بنیاد

مورخہ 16/مارچ 2010ء کو بعد از نماز عصر کینما میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب ہوئی۔ اس مسجد کے لئے زمین ایک مخلص احمدی Chief Sowa نے دی ہے۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد بھی مکرم بشیر احمد صاحب اختر نے رکھا۔ اس موقعہ پر بھی مختلف مبلغین کرام، صدر لجنہ اماء اللہ کینما اور ٹاؤن پولیس چیف اور پولیس کے ایک اور اعلیٰ افسر شامل ہوئے۔ کینیما میں یہ ہماری تیسری مسجد ہے۔

## Bo میں مسجد کا سنگ بنیاد

مورخہ 18/مارچ کو صبح دس بجے Bo ٹاؤن میں دوسری احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی سعادت بھی مکرم بشیر احمد اختر صاحب کو ملی۔ اس مسجد کے لئے زمین ایک نہایت مخلص اور فدائی احمدی مکرم ڈاکٹر محمد ادریس بنگورہ صاحب نائب امیر اول سیرالیون نے مشن کو فراہم کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اس تقریب میں بھی مبلغین کرام کے علاوہ بعض اساتذہ، ڈاکٹرز اور دیگر سرکاری افسران کے علاوہ کثرت سے احباب جماعت بھی شریک ہوئے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ احباب جماعت کے ایمان واخلاص میں برکت عطا فرمائے اور یہ مساجد ہمیشہ نمازیوں سے بھری رہیں۔ امن وسلامتی کا گہوارہ بنی رہیں۔

# اپر ایسٹ ریجن گھانا میں تین مساجد کا سنگ بنیاد اور ایک کانفرنس کا کامیاب انعقاد

**(رپورٹ :طارق محمود مظفر۔ ریجنل مشنری اپر ایسٹ ریجن )**

شعبہ تربیت گھانا کے تحت تین ماہ کے لئے گھانا کے مختلف ریجنز سے 15 سرکٹ مشنریز کو منتخب کر کے Overseas, Upper East Region میں تربیت نومبائعین کے لئے بھجوایا گیا۔ یہ ایک پسماندہ علاقہ ہے اور کچھ عرصہ قبل ہماری تبلیغی ٹیم کو یہاں بیعتیں ملی تھیں۔ چنانچہ ان کی تربیت کی غرض سے مبلغین کو وہاں بھجوایا گیا۔ ان مبلغین نے وہاں تین ماہ ایک ہی جماعت میں قیام کیا اور تربیت کا کام کیا۔ اس عرصہ تربیت کے بعد مورخہ 20/فروری کو ایک کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔

کانفرنس سے قبل نومبائعین کی ایک جماعت میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تقریب میں مکرم مولوی محمد یوسف یاسن صاحب نائب امیر اول وقائم مقام امیر و مشنری انچارج، مولوی محمد بن صالح صاحب نائب امیر دوم، حافظ احمد جبریل سعید صاحب نائب امیر سوئم کے علاوہ جماعت کے دیگر معززین شامل ہوئے۔ مقامی طور پر گاؤں کے چیف کی نمائندگی میں اسمبلی مین نے شرکت کی۔

Overseas کانفرنس میں جماعت کے وفد کے علاوہ آس پاس کے گاؤں کے چیفس، ان کے نمائندے و دیگر معززین نے شمولیت کی۔ کانفرنس میں جماعت احمدیہ کا تعارف، امام مہدی کا مشن جیسے موضوعات نے نومبائعین میں احمدیت کی روح پھونک دی۔ کانفرنس میں ایک ہزار چھ سو پچاس مرد وزن وبچوں نے شرکت کی۔ کانفرنس کے اختتام پر حاضرین کو سوالات کا موقع دیا گیا۔

نماز کی ادائیگی اور لنچ کے بعد کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔ الحمدللہ۔

اگلے روز مورخہ 21/فروری کو Upper East Region میں ہی واقعہ Bunkpurugu سرکٹ میں واقع دو جماعتوں Najon اور Nakpandoni میں دو مساجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سنگ بنیاد کی تقریب میں مکرم قائم مقام امیر صاحب ونائبین، چیفس، ایلڈرز وغیرہ نے شمولیت کی۔ ان دو مساجد میں سے ایک مسجد کے اخراجات ایک مخلص احمدی دوست اٹھا رہے ہیں۔

آخر پر دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ جماعت کو مزید ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ

# مکرم چوہدری خادم حسین اسد صاحب

(ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔لندن)

مکرم چوہدری خادم حسین اسد صاحب جو کنری سندھ میں رہتے تھے مورخہ 18/جولائی 2009ء کو مختصر علالت کے بعد حیدرآباد میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم خاکسار (ڈاکٹر طارق انور باجوہ) کے والد تھے۔موصی تھے۔ربوہ میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔مورخہ 7/اگست 2009ء کے خطبہ جمعہ کے بعد بیت الفتوح لندن میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت نماز جنازہ غائب پڑھاتے وقت فرمایا:

’’چوہدری خادم حسین صاحب اسد۔یہ ناصر آباد سندھ کے مینیجر رہے ہیں،سندھ میں تھے کنری میں رہتے تھے۔ہمارے ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب جو یہاں ہیں ان کے یہ والد تھے‘‘۔نیز فرمایا:’’اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کے درجات بلند فرمائے،ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اوران کے لواحقین کو بھی صبر اور ہمت اور حوصلہ دے‘‘۔

مرحوم 15/اگست 1930ء کو چک نمبر 563 گ ب شرقی ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔سولہ سال کی عمر میں جب نویں جماعت کے طالبعلم تھے اپنے کلاس فیلو حمید اللہ ظفر صاحب مرحوم کی معرفت احمدیت کے بارہ میں پتہ چلا تو جولائی 1947ء میں قادیان چلے گئے اور وہاں خود بیعت کرلی۔14/اگست 1947ء کو پاکستان بننے کا اعلان ہوا تو قادیان میں مکرم صوبیدار عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ حفاظت مرکز کی ڈیوٹیاں دیں اور وہاں مکرم عبدالرحمٰن صاحبؓ (سابق مہر سنگھ) سے گورمکھی بھی پڑھتے رہے۔ پھر قافلہ کے ساتھ پاکستان آئے۔گھر میں مخالفت کے باوجود آپ کے سمجھانے کے بعد آپ کے والدین اور کچھ بہن بھائی آہستہ آہستہ احمدی ہوگئے حتی کہ یہ گاؤں جہاں پہلے کوئی احمدی نہ تھا اب احمدیوں کا گاؤں کہلاتا ہے۔آپ کے والد صاحب محترم چوہدری بڈھے خان نمبردار تھے اور بڑے بااثر زمیندار تھے۔آپ احمدی ہوئے تو گاؤں کی ایک ہی مسجد میں پہلے غیر احمدی اور پھر احمدی نماز باجماعت پڑھتے۔اس کے بعد انہوں نے گاؤں کے وسط میں اپنی زمین مسجد کے لئے دی جہاں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر ہوئی ۔انہوں نے شرط رکھی تھی کہ ان کی قبر مسجد کے احاطہ میں بنائی جائے۔1984ء میں مخالفین نے اس مسجد کو نقصان پہنچایا تو اس کی جگہ بہت خوبصورت اور بڑی مسجد تعمیر کی گئی اور ان کی قبر اب اس کے صحن میں آگئی ہے جہاں نمازیوں کو دعا کی توفیق ملتی ہے۔آپ کے گھر میں زمیندار ہونے کے باعث تعلیم کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی لیکن آپ ماسٹر اللہ بخش صاحب مرحوم کے مشورہ سے چنیوٹ آگئے جہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب ربوہ تشریف لائے اور فضل عمر ہسپتال والی جگہ پر افتتاحی تقریب ہوئی اور چاروں کونوں میں بکرے ذبح کئے گئے تو آپ اس تقریب میں شامل تھے۔اس کے بعد آپ تعلیم الاسلام کالج لاہور آگئے جہاں روئنگ (Rowing) ٹیم میں حصہ لینا شروع کیا۔حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اس وقت پرنسپل تھے جن کی طرف سے ہر قسم کی سہولت میسر تھی اور آپ ٹیم کے کپتان کی حیثیت سے 1951ء سے 1953ء تک چیمپین رہے۔

1954ء میں جب آپ نے بی اے کا امتحان پاس کرلیا تو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل ٹی آئی کالج (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی سفارش پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی تقرری M.N.Syndicate میں بطور مینیجر کی اور آپ ناصر آباد، محمود آباد سندھ آگئے۔کچھ عرصہ کے بعد آپ نے بطور ٹیچر ملازمت اختیار کرلی۔اور سندھ میں مختلف جگہوں پر بطور ٹیچر اور بعد میں بطور ہیڈ ماسٹر ہائی سکول طالبعلموں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی توفیق پائی۔اس دوران بی ایڈ اور پھر ایم اے بھی کیا۔

17/مارچ 1965ء کو آپ کی اہلیہ محترمہ رشیدہ اقبال صاحبہ کوٹرین میں شہید کردیا گیا۔اس وقت آپ کے پانچ چھوٹے بچے تھے۔اس موقع پر انتہائی صبر اور ہمت سے آپ نے بچوں کو تین سال تک ماں اور باپ بن کر سنبھالا اوران کی تعلیم جاری رکھی۔جس کے بعد آپ نے دوسری شادی 1968ء میں محترمہ قمرالاسلام صاحبہ مرحومہ سے کی۔

آپ انتہائی خوش مزاج ،ملنسار،منکسرالمزاج ،خوددار اور دین کے لئے غیرت رکھنے والے اور بہت نڈر اور دلیر تھے۔ساتھ بیٹھنے والے کے علم کے معیار کے مطابق اس سے بات کرتے۔

1953ء میں جب لاہور میں فسادات ہوئے تو آپ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) جو اس وقت پرنسپل ٹی آئی کالج تھے کے ساتھ حفاظت کی ڈیوٹیاں دیتے رہے،جس پر آپ نے انہیں ’’اسد‘‘ کا خطاب دیا اور ٹی آئی کالج میں خادم اسد کے نام سے مشہور تھے۔

سندھ میں دوران ملازمت انہیں مختلف جگہوں میں محض احمدی ہونے کی وجہ سے ٹرانسفر کردیا جاتا لیکن کبھی پرواہ نہ کی اور جہاں بھی جاتے انتہائی دیانتداری کے ساتھ پڑھاتے اور بگڑے ہوئے سکول سنور جاتے۔اردگرد کا ماحول میں اچھا اثر پڑتا اور تبلیغ کے لئے ماحول سازگار ہوجاتا۔تھر میں ہندوؤں کے علاقہ میں بھجوایا گیا تو وہاں ہندوؤں کے بھجن سیکھ کر انہیں تبلیغ شروع کی حتی کہ وہ اپنی ہر تقریب میں ’’بھگت‘‘ کہہ کر انہیں بلاتے اور عزت دیتے۔

سارے سندھ میں ان کے شاگرد انہیں انتہائی عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔بہت سے طالبعلموں کو انہوں نے میٹرک کرنے میں مدد دی تاکہ وہ جامعہ احمدیہ میں داخل ہوسکیں۔چنانچہ ان کے شاگردوں میں بہت سے مربیان سلسلہ بھی ہیں۔

ایک پبلک سکول کی بہت اچھی ملازمت انہوں نے اس لئے ٹھکرادی کہ انہیں کہا گیا کہ احمدی ہونے کی بناپر’’آفیسرز میس‘‘ میں دوسرے افسروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاسکیں گے۔

ان کی ساری زندگی سادگی کے ساتھ خداتعالیٰ کی شکرگزاری کرتے ہوئے گزری۔صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔کئی دفعہ اعتکاف کا بھی موقع ملا۔مختلف جماعتی عہدوں پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ایک لمبے عرصہ تک سیکرٹری تعلیم ضلع رہے۔

1993ء میں انہوں نے جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی توفیق پائی۔خلافت سے ان کی محبت ان کے الفاظ سے چھلکا کرتی اور بہت گہرا اثر چھوڑ جاتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے خلافت سے پہلے سے تعلق تھا۔آپ نے حضور انور ایدہ اللہ کی حالیہ تحریک وصیت کے بعد وصیت کی درخواست دی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی وصیت قبول ہوگئی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت ورحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔آپ کے درجات بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

# دہی

## بیمار مسوڑھوں کا مؤثر علاج

مسوڑھے کیوں بیمار ہوتے ہیں؟ ان میں سوجن،درد اور ان سے خون پیپ کیوں خارج ہوتے ہیں؟ اس کا بنیادی سبب منہ میں بسنے والے جراثیم ہوتے ہیں۔جو گاڑھی سفید تہہ کی صورت میں مسوڑھوں اور دانتوں پر جمع ہوتے رہتے ہیں۔ اس تہہ کو پلاک (Plaque) کہتے ہیں۔

دہی انسان کو عطا کردہ قدرت کی ایک اہم نعمت ہے۔اس میں آنتوں اور پیٹ میں ہونے والی تکالیف،مثلاً اسہال اور پیچش کے جراثیم ہلاک کرنے کی مسلمہ صلاحیت اور خاصیت ہوتی ہے۔دودھ،دہی کی شکل لیکٹک (Lactic) ایسڈ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے اور یہی ایسڈ پیٹ اور آنتوں کے علاوہ منہ میں پلنے والے جراثیم بھی ہلاک کرسکتا ہے۔

جاپانی محقق،ڈاکٹر یوشی ہیروشیمازا کی اوران کے معاونین کے مطابق دہی کھانے یا پینے سے منہ کی صحت بہتر رہتی ہے،یعنی مسوڑھوں اور دانت کو دہی کے لیکٹک ایسڈ سے فائدہ پہنچتا ہے۔یہ اثر دودھ یا پنیر میں نہیں ہوتا۔

ان تحقیق کاروں کے مطابق برش اور خلال وغیرہ بھی صحت دنداں کے سلسلے میں اہم ہوتے ہیں،لیکن ان کی تاثیر اور خاصیت محدود ہوتی ہے۔جب کہ دہی کے استعمال سے منہ،مسوڑھوں اور دانتوں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ماضی میں یہ بات ضرور دیکھی گئی تھی کہ دودھ زیادہ استعمال کرنے والوں کی صحت دہن دوسروں کے مقابلے میں بہتر رہتی ہے۔ڈاکٹر شیمازا کی اوران کی جماعت نے 40 سے 79 برس کے 942 مردوخواتین کا مطالعہ اور معائنہ کیا جو دودھ اور اس سے بنی اشیا،مثلاً پنیر اور دہی استعمال کرتے تھے،انہوں نے ان کے دانت اور مسوڑھوں کی صحت کو لیکٹک ایسڈ کی وجہ سے تندرست پایا۔اس کے برخلاف دہی استعمال نہ کرنے والے افراد نمایاں طور پر مسوڑھوں کی تکالیف میں زیادہ مبتلا پائے گئے۔

اس مطالعے میں یہ بات خاص طور پر دیکھی گئی کہ روزانہ 55 گرام دہی یا لسی استعمال کرنے والے افراد شاذونادر ہی مسوڑھوں کے امراض کے شکار ہوتے ہیں۔عمر،جنس،تمباکو اور شراب نوشی،برش کرنے کی عادت،خون میں شکر اور کولیسٹرول کی سطح کے جائزے سے واضح ہوا کہ غذاؤں میں پائے جانے والے صحت بخش جراثیم،مثلاً دہی کے لیکٹوبیسی لس بیکٹیریا صحت انسانی کے لئے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔

منہ،مسوڑھوں اور دانتوں کی بہتر صحت کے لئے دن میں لسی پینا،ایک وقت دہی کا استعمال ضرور کرنا چاہئے۔دن میں کھانے کے دو چمچے دہی کا استعمال بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔روایتی طبوں میں منہ آنے،اس میں سوزش وغیرہ کے لئے صدیوں سے لسی سے کلیاں کرنے کا عمل مؤثر ثابت چلا آرہا ہے۔

بعض افراد دہی کے استعمال سے نزلہ وغیرہ کی شکایت میں مبتلا ہوسکتے ہیں،ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ کھانے کے دوران روٹی،چاول،سالن کے ساتھ ایک دو چمچے تازہ دہی اچھی طرح شامل کرلیا کریں۔اس کے باوجود تکلیف ہونے کی صورت میں دہی کو آدھا گلاس پانی میں اچھی طرح گھول کر اس سے کلیاں کرنے سے بھی یہ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے یا دہی کو منہ میں اچھی طرح گھول کر چند منٹ بعد تھوک کر کلیاں کرلینا چاہئے۔قدرت کی عطا کردہ ہر نعمت قابل قدر ہے،لیکن ان کے استعمال کے سلسلے میں اعتدال اور احتیاط بھی شرط اول ہے۔’’کھاؤ پیو،لیکن اسرف سے بچو‘‘!

(بشکریہ:ہمدرد صحت،مارچ 2009ء)


ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

رانا ہومیو پیتھک کلینک (پرائیویٹ)
سوموار تا جمعرات سہ پہر تین بجے تا سات بجے شام
ہفتہ دو بجے تا چھ بجے شام (مفت مشورہ)
رانا سعید احمد خان (Homeopath,AHCP Reg)
Mobile: 07878760588
E-mail: ranasaeed58@hotmail.co.uk
392 London Road,Mitcham (Surrey)
London CR4 4EA

# کونگو کنشاسا کے کاٹانگا(Katanga)ریجن میں
# تیسرے جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

( رپورٹ : عدنان احمد بٹ مبلغ سلسلہ)

لوبمباشی (Lubumbashi) کونگو کنشاسا کے صوبہ کاتانگا (Katanga) کا دارالحکومت ہے اور ملک کے انتہائی جنوب مشرق میں زیمبیا(Zambia) کے قریب واقع ہے۔ یہ کونگو کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ یہاں پر جماعت احمدیہ کا قیام 2003ء میں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں کی جماعت کو اپنا تیسرا جلسہ سالانہ مؤرخہ 30 جنوری بروز ہفتہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

جلسہ سالانہ کی تیاریوں میں کئی نومبائعین نے کئی کاموں مثلاً بینرز لکھنے اور جلسہ گاہ کی تیاری میں بڑے جوش سے حصہ لیا۔ جلسہ کے انعقاد کی غرض سے ایک کالج کا ہال کرایہ پر لیا گیا تھا۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے مکرم امیر صاحب کونگو مؤرخہ 27 جنوری کو ہی تشریف لے آئے تھے۔

جلسہ سالانہ کا آغاز دوپہر بارہ بجے تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد مکرم منور ذکوان صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم ”وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا“ کے چند اشعار ترنم سے پڑھ کر سنائے جس کے بعد مکرم امیر صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور حاضرین کو جلسہ کی تقاریر سے مستفید ہونے کی تلقین کی اور دعا کروائی۔

اس کے بعد مکرم حسین عیدی صاحب نے اسلام میں طہارت کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے قرآن وحدیث کے متعدد حوالہ جات سے اسلام میں طہارت کی اہمیت کو واضح کیا۔

مکرم منور ذکوان صاحب نے اسلام میں عورتوں کے حقوق کے موضوع پر تقریر کی اور اس بارہ میں اسلام کی اعلیٰ تعلیمات پیش کرتے ہوئے دوسرے مذاہب پر اس کی برتری ثابت کی۔ اس تقریر پر پہلے سیشن کا اختتام ہوا۔

دوسرے سیشن کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم نور تینگابا (Tengaba) صاحب معلم جماعت لوبمباشی نے کی۔ اس کے بعد عزیزہ ملاحت عدنان صاحبہ نے نظم ”ہمارا خلافت پہ ایمان ہے“ پیش کی۔ جس کے بعد مکرم محمود کیکا نگالا صاحب نے اسلام اور اقتصادی و معاشی امن کے عنوان پر تقریر کی جس میں انہوں نے اسلام کے خوبصورت اقتصادی نظام کو بڑے احسن رنگ میں پیش کیا اور ثابت کیا کہ اسلام کے اقتصادی اصولوں پر عمل کر کے ہی دنیا میں معاشی امن قائم ہوا اور رہ سکتا ہے۔

قارئین الفضل سے درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ اس علاقہ میں اسلام کا نور جلد روشن کر دے اور احمدیت کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہو۔

❁❁❁❁❁❁

## SEVEN VACANCIES - Ministers of Religion: Ahmadiyya Muslim Community

1. Arabic Speaker
2. Russian Speaker
3. Indonesian Speaker
4. Urdu Speakers (4 vacancies)

We are a UK registered charity organised as a religious community. We also run our own training academy and TV channels for viewers all over the world.

ABOUT THE ROLES: We are inviting applications for the above seven posts of Minister of Religion. All candidates will be expected to lead congregational prayers, have a dynamic preaching record and be fully conversant with both Arabic and Urdu languages and have the additional main qualifications/experience listed below. The successful applicants may be posted at any one of the 26 mission centres in the UK. These are permanent positions to help meet the community's growing spiritual and religious needs.

| Likely posting | Main qualification/work | |
|---|---|---|
| Minister of Religion training academy London | Teach and edit Arabic magazine | Arabic speaker |
| Headquarters London SW18 | Prepare and present religious programmes on TV | Russian speaker |
| Headquarters London SW18 | Prepare and present religious programmes on TV | Indonesian speaker |
| Headquarters London SW18 | Prepare, present and supervise preaching activities | Urdu speaker |
| Headquarters London SW18 | Prepare, present on TV and supervise preaching activities | Urdu speaker |
| Editorial office London SW19 | Research, present on TV and edit preaching articles | Urdu speaker |
| Minister of Religion training academy London | Teach and edit Urdu magazine | Urdu speaker |

**JOB DESCRIPTION:**

You would be required to do some or all of the following:

lead congregational prayers and encourage attendance at obligatory prayers; deliver sermons on Fridays and other gatherings; preach and propagate to members of the public the teachings of the founder of the Ahmadiyya Muslim community; defend the teachings against opponents and non-believers; translate literature and correspondence in or from the relevant languages specified above; carry out research on secular and non-secular subjects, publish periodicals, participate in inter-community matters; liaise with members of the community and resolve their social problems; introduce programmes; host talk shows, current affairs or religious/cultural educational programmes; read news, sports or weather reports; report on issues and events; attend production and community management meetings; attend promotional events, conferences and social functions; liaise with the Production Manager to identify the needs of the targeted audience in South East Asia or Russia; working with the Channel Head and the wider team, contribute creatively to long-term strategy to ensure maximum audience appeal and attain set targets.

**EXPERIENCE REQUIRED:**

You must have a wide range of knowledge in the Holy Quran, Ahadith (Traditions of the Prophet of Islam) and Islamic topics and preferably be familiar with the writings of Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad - Founder of the Ahmadiyya Muslim community and of his claims gained through an intensive course of private or college study of not less than four years full-time. You must have interpretation skills in Urdu and Arabic languages and in respect of the second and third advertised vacancies with some understanding of either Indonesian or Russian. You must have served as a Minister of Religion for not less than two years and have a good record of performance. You will preferably have some previous broadcasting experience, although not essential, and a strong understanding of our targeted audiences particularly in the East and the ability to read and predict local trends. You should also possess good interviewing, listening and spoken communication skills, be able to follow instructions and memorise facts and also have good planning and organisational ability. You need to have a confident and relaxed manner in dealing with members of the public. We expect you to be able to work under pressure.

**QUALIFICATIONS REQUIRED:**

You are expected to have either:

a Shahid "degree" or equivalent gained from attending a Jamia Ahmadiyya college at NVQ3 level or a UK degree level or equivalent qualification in Islamic religious studies or professional qualification; or a relevant HND level qualification; or an HND level qualification that is not relevant, plus two years' relevant work experience; or at least three years relevant experience at NVQ level 3 or above.

**PACKAGE:**

The stipend/customary offerings package include the following:

Above minimum wage or £2520/- per annum (for 35 hours a week on average; plus rent free accommodation with all utilities eg rates, gas, electricity paid; travel expenses reimbursed; 28 paid holidays per annum; private medical insurance cover.)

Closing Date: 5 May 2010

**Please apply to:**

**Mansoor.Shah@ahmadiyyauk.org OR write to:**

**The National President, Ahmadiyya Muslim Association UK,**

**16 Gressenhall Road London SW18 5QL**

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

# الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔خط وکتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

بذریعہ e-mail رابطہ قائم کرنے کے لئے پتہ یہ ہے:-

mahmud@tiscali.co.uk
mahmud.a.malik@gmail.com

## حکم اطاعت اور جماعت احمدیہ (غیروں کے اعترافات)

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 17/مارچ 2008ء میں مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں احمدیوں کی بے مثال اطاعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’خدا نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے‘‘۔قرآن کریم اور احادیث میں مسلمانوں کو خدا اور رسول کے بعد امیر کی اطاعت کی پُرزور تلقین کی گئی ہے۔ حتّی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سنو اور اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ ایک حبشی غلام جس کا سر کشمش کے دانے جتنا ہو،تمہارا افسر مقرر کردیا جائے۔

دراصل اطاعت ایک ایسا حکم یا عمل ہے جس کے بغیر کوئی نظام چل نہیں سکتا کوئی پروگرام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ احمدیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں: ’’......میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے۔ میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار‘‘۔

اپنے ایمان کی خاطر بے شمار احمدیوں نے جانی، مالی اور اپنے جذبات کی قربانی حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی پیش کردی تھی۔ یہی سلسلہ بعدازاں بھی جاری رہا اور خلفاء کی تحریکات پر بھی احمدیوں نے ہمیشہ والہانہ لبیک کہنے کی سعادت پائی حتّی کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کے دَور میں امیر امان اللہ خاں شاہ افغانستان کے حکم سے کابل میں ایک فدائی مخلص احمدی حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کو 31/اگست 1924ء کو محض احمدی ہونے کی بنا پر سنگسار کردیا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے احباب جماعت کے نام ایک پیغام کے جواب میں بے شمار احمدیوں نے افغانستان جاکر دعوت الی اللہ کے نتیجے میں شہادت قبول کرنے کے لئے پیش کیا۔

احمدیوں کی اطاعت اور قربانی کے حوالہ سے عبدالرحیم اشرف صاحب مدیر ’’المنبر‘‘ فیصل آباد نے 2/مارچ 1956ء کے پرچہ میں لکھا: ’’قادیانیوں نے گزشتہ پچاس سال میں اندرون اور بیرون ملک اپنی قومی زندگیوں کو قائم رکھنے والے قادیانی تحریک کو عام کرنے کے سلسلہ میں جو جدوجہد کی ہے اس کا یہ پہلو نمایاں ہے کہ انہوں نے اس کے لئے ایثار و قربانی سے کام لیا ہے۔ ملک میں ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیوی نقصانات برداشت کئے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں...... ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اس سراب کو حقیقت سمجھ کر اس کے لئے جان و مال اور دنیوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بعض افراد نے کابل میں سزائے موت کو لبیک کہا۔ بیرون ملک دور دراز علاقوں میں غربت وافلاس کی زندگی اختیار کی‘‘

مسٹر سرت چندر بوس جو بابو سبھاش چندر بوس صدر آل انڈیا کانگریس کے بھائی تھے۔ انہوں نے احمدیہ مشن کلکتہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا: ’’جماعت احمدیہ میں بکثرت ایسے اہل علم،قربانی کرنے والے اور ایثار پیشہ اصحاب موجود ہیں جن کی متواتر سرگرمیوں کے باعث آپ کی جماعت کے بانی کی تبلیغ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ چکی ہے۔‘‘

مولوی حبیب الرحمان صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار کہتے ہیں: ’’ہم میاں محمود کے دشمن ہیں۔ وہاں ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ دیکھو اس نے اپنی جماعت کو جو کہ ہندوستان میں ایک تنکے کی مانند ہے کہا کہ مجھے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ چاہئے جماعت نے ایک لاکھ دے دیا۔ اس کے بعد گیارہ ہزار کا مطالبہ کیا تو اسے دگنا تگنا دے دیا‘‘۔

مولوی ظفرعلی خانصاحب نے 13مارچ 1936ء کو مسجد خیرالدین امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ’’احراریو کان کھول کر سن لو! تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کرسکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے‘‘۔

مارچ 1935ء میں حضرت مصلح موعودؓ کو ایک مقدمہ میں شہادت کے لئے تین دفعہ گورداسپور جانا پڑا۔ اس موقعہ پر ہزارہا کی تعداد میں احمدیوں کا اپنے امام کا دیدار کرنے کے لئے حاضر ہونے کے جو ایمان افروز نظارے دیکھنے میں آئے ان سے متأثر ہوکر سردار ارجن سنگھ ایڈیٹر اخبار ’’رنگین‘‘ امرتسر نے اپنی کتاب ’’خلیفہ قادیان‘‘ میں لکھا: ’’یہ بات تو ظاہر ہے کہ مولوی ...... کا دعویٰ ہے کہ وہ آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔ برخلاف اس کے خلیفہ قادیان کے تابعدار ایک لاکھ کے قریب ہوں گے۔ مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان تاریخوں پر جب کہ خلیفہ صاحب شہادت دینے کے لئے آتے رہے۔ گورداسپور میں احمدیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب ہوتی تھی۔ جب کہ دوسرے مسلمان شاید ایک سو بھی موجود نہ ہوتے تھے۔ اس سے خلیفہ صاحب اور مولوی صاحب کے اثر کا موازنہ ہوسکتا ہے۔...... صاف واضح ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا دعویٰ حقیقت سے کوسوں دُور ہے اور خلیفہ صاحب کے مریدان کے حقیقی جاں نثار اور سچے دل سے وفادار ہیں۔

اس منظر کو دیکھنے سے دل پر ایک خاص اثر ہوتا تھا۔ میں خود آخری روز وہاں موجود تھا۔ مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ آخر اس شخص نے پہلی جون میں کون سے ایسے کرم کئے ہیں جن کے صلہ میں اسے یہ عقل کو حیران کرنے والا عروج حاصل ہوا ہے۔ میں ہی اس نظارہ کو دیکھ کر حیران نہ تھا بلکہ میں نے دیکھا کہ غیراحمدی مسلمان بھی (یہ) اثر لے رہے تھے۔ میں نے بازار میں لوگوں کو باتیں کرتے سنا۔ کوئی ظاہراً شان و شوکت کی تعریف کرتا تھا کوئی مریدوں کی عقیدت کو سراہ رہا تھا۔ کوئی جماعت کی تنظیم کی داد دیتا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ آخر یہ گروہ عبادت میں اس کے احکام کی پیروی میں امتیاز رکھتا ہے۔‘‘

## محترمہ حشمت بی بی صاحبہ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ یکم فروری 2008ء میں مکرم محمد نصراللہ خان صاحب اپنی والدہ محترمہ حشمت بی بی صاحبہ کا ذکرخیر کرتے ہیں۔

محترم حشمت بی بی صاحبہ بنت غلام علی خاں صاحب تحصیل بٹالہ کے گاؤں دیوان والی کی رہائشی تھیں۔ آپ محترم چودھری غلام دستگیر صاحب مرحوم سابق امیر ضلع فیصل آباد کی بڑی بہن تھیں۔ آپ کے والد استاد تھے۔ احمدی نہیں تھے لیکن احمدیت کی خوبیوں کے مداح تھے،نوجوانی میں ہی وفات پائی جس کے بعد یہ گھرانہ بہت سے مسائل کا شکار رہا۔

آپ کے سسر (یعنی میرے دادا) ساری زندگی احمدیت کے شدید مخالف رہے۔ 37-1936ء میں جب میرے والدین نے احمدیت قبول کی تو کئی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ 1939ء میں دادا نے اِن سب کو گھر سے نکال دیا۔ بے سروسامانی کے عالم میں یہ پیدل چل کر دس میل دُور ایک گاؤں میں پہنچے اور آلوؤں کے ایک کھیت میں والد صاحب کو مزدوری مل گئی۔ کچھ روز کے بعد میرے چچا اِن کو تلاش کرتے ہوئے آ پہنچے اور سب کو واپس لے گئے۔ لیکن اِس دوران بچے بیمار ہوچکے تھے اور جلد ہی ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی وفات ہوگئی۔ میرے والدین نے نہایت صبر سے اس صدمہ کو برداشت کیا۔

میرے والدین بہت مہمان نواز تھے اور اس مقصد کے لئے ہر قربانی کیا کرتے تھے۔ گاؤں میں جسے کہیں سے کچھ نہ ملتا، اُسے ہمارے ہاں سے کھانا اور دوسری چیزیں مل جاتیں۔ دادا نے جب گھر سے نکالا تھا تو طنزاً کہا کہ میں دیکھوں گا اب تم لوگوں کو کس طرح پراٹھے کھلاتے ہو۔ تاہم دادا نے اپنی آخری عمر اِسی بیٹے کے ہاں گزاری اور وفات پائی۔

والدہ روزانہ تلاوت قرآن کرتیں اور بچوں کی نگرانی کرتیں کہ وہ بھی تلاوت ضرور کریں۔ گاؤں کی بہت سی بچیوں کو بھی قرآن پڑھایا۔ دعاؤں سے گہرا شغف تھا۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے بھی سرفراز فرماتا۔

ہماری والدہ نے بہت مصائب جھیلے لیکن ہمت، استقلال اور عزم کے ساتھ ان کا سامنا کیا۔ 1953ء میں ہمیں فتنہ سے بچنے کے لئے کئی ماہ ایک دوسرے گاؤں میں پناہ لینی پڑی۔ اُن دنوں میرے والد کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ لیکن لوگوں نے نہ صرف کپڑا خریدنا بند کردیا بلکہ ادھار پر لئے گئے کپڑے کی قیمت بھی ادا نہ کی۔

میرے والدین نے اولاد کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھا۔ دونوں خود بھی تہجد گزار، نماز، تلاوت قرآن اور روزوں کے پابند تھے اور اپنی اولاد کو بھی اسی رنگ میں رنگین کیا۔

والدہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں دیئے۔ جن میں سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں آپ کی زندگی میں فوت ہوئے۔ تین دامادوں کی وفات کا صدمہ بھی سہا لیکن آپ نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔ آپ کی اولاد میں سے بہت سوں کو خدمت دین کی توفیق عطا ہوئی۔ مکرم حافظ فضل ربی صاحب استاد جامعہ احمدیہ لندن اور اُن کے چھوٹے بھائی مکرم حافظ نوید ربی صاحب مربی سلسلہ بھی آپ کے نواسے ہیں۔

## محترم ملک مختار احمد صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 8فروری 2008ء میں مکرم ریاض احمد ملک صاحب کے قلم سے مکرم ملک مختار احمد صاحب کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

مکرم ملک مختار احمد صاحب والد صوبیدار ملک حبیب خان صاحب ستمبر 1931ء میں دوالمیال میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرکے گارڈن کالج راولپنڈی سے گریجویشن کی، پھر راولپنڈی میں GHQ کی انجینئرنگ برانچ اور بعد میں واہ فیکٹری میں ملازمت کرلی۔ 1960ء میں ملازمت ترک کرکے انگلینڈ چلے گئے۔ دوالمیال کے بعد دیگر جماعتوں میں بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ انگلینڈ میں ناٹنگھم سٹی میں رہائش اور ملازمت شروع کی اور جماعت احمدیہ ناٹنگھم کے صدر کی حیثیت سے تادمِ مرگ خدمات بجالاتے رہے۔

تقسیم ہند کے موقع پر آپ کو حفاظت مرکز کے سلسلہ میں خدمت کی توفیق بھی ملی۔ جماعتی کتب کا وسیع مطالعہ تھا۔ آپ ایک دلیر داعی الی اللہ اور مثالی کردار کے مالک تھے۔ حلال وحرام کا بہت خیال رکھتے۔ روزہ کی سختی سے پابندی کرتے۔ خدمتِ خلق میں بھی ممتاز تھے۔ آپ نے ناٹنگھم میں پاکستان فرینڈز لیگ کی بنیاد ڈالی اور عرصہ تک اس کے صدر رہے۔ پاکستان ایسوسی ایشن کے سیکرٹری بھی رہے۔ مسلمان بچوں اور بچیوں کے تشخص کو قائم کرنے کے لئے ناٹنگھم میں قرآن مجید اور اردو پڑھنے کی کلاسوں کا اجراء کروایا۔ 1981ء میں جسٹس آف پیس (J.P) ناٹنگھم سٹی مقرر ہوئے اور تادم وفات یہ خدمت بجالائے۔ متعدد دیگر جماعتی اور سماجی خدمات کی توفیق بھی ملتی رہی۔

آپ کی وفات 11/اکتوبر 1984ء کو ہارٹ فیل ہوجانے کے باعث ہوئی۔ تدفین دوالمیال ضلع چکوال میں آبائی قبرستان میں ہوئی۔ آپ نے اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 15اپریل 2008ء میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا کلام شامل اشاعت ہے۔اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔

حسن اپنا ہی نظر آیا تو کیا نظر آیا
غیر کا حسن بھی دیکھے وہ نظر پیدا کر
یہ زر و مال تو دنیا میں ہی رہ جائیں گے
حشر کے روز جو کام آئے وہ زر پیدا کر
پھر وہی نالہ وہی نیم شبی ان کی دعا
پھر وہی گریہ ، وہی دیدۂ تر پیدا کر
سخت مشکل ہے کہ اس چال سے منزل یہ کٹے
ہاں اگر ہو سکے پرواز کے پر پیدا کر

# Muslim Television Ahmadiyya
# Weekly Programme Guide

**23rd April 2010 – 29th April 2010**

*Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.*
*For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344*

## *Friday 23rd April 2010*

00:10 MTA World News & Khabarnama
00:50 Tilawat
01:05 Yassarnal Qur'an: lesson no. 27.
01:25 Insight & Science and Medicine Review
02:00 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 20th March 1997.
03:00 MTA World News & Khabarnama
03:40 Historic Facts: part 22.
04:15 Tarjamatul Qur'an Class: an in-depth explanation of Qur'anic verses. Rec. on 11th August 1994.
05:30 MTA Variety: Khilafat and its blessings.
06:05 Tilawat, Dars-e-Hadith, Insight & Science and Medicine News Review
07:10 Bustan-e-Waqf-e-Nau class with Huzoor, recorded on 14th March 2009.
08:15 Siraiki Service
09:00 Reply to Allegations: an Urdu programme with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra), replying to allegations made against the Jama'at, rec. on 17th March 1994.
09:55 Indonesian Service
10:55 Seerat Sahabiyat-e-Rasool (saw)
12:00 Live Friday sermon
13:10 Tilawat, Dars-e-Hadith, Insight & Science and Medicine News
14:05 Bengali Service
15:05 Seerat Sahabiyat-e-Rasool (saw) [R]
16:00 Khabarnama: daily international Urdu news.
16:15 Friday Sermon [R]
17:25 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor on 2nd October 2005.
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
20:35 Insight & Science and Medicine Review
21:10 Friday Sermon [R]
22:20 MTA Travel: Niagara Falls.
23:00 Reply to Allegations [R]

## *Saturday 24th April 2010*

00:00 MTA World News & Khabarnama
00:35 Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
01:35 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 9th April 1997.
02:45 MTA World News & Khabarnama
03:20 Friday Sermon: rec. on 23rd April 2010.
04:25 Rah-e-Huda: interactive talk show answering questions about the Ahmadiyya Muslim Community, rec. on 20th February 2010.
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
07:00 Jalsa Salana UK 2009: concluding address delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, on 26th July 2009.
08:25 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Recorded on 21st October 1995. Part 2.
09:25 Friday Sermon [R]
10:30 Indonesian Service
11:25 French Service
12:30 Tilawat
12:40 Yassarnal Qur'an: lesson no. 28.
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: poem request programme
13:45 Bangla Shomprochar
14:45 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Nasirat) class with Huzoor, recorded on 15th March 2009.
16:00 Khabarnama
16:15 Live Rah-e-Huda: interactive talk show
17:45 Yassarnal Qur'an [R]
18:10 MTA World News
18:30 Arabic Service
20:30 International Jama'at News
21:00 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Nasirat) class [R]
22:10 Rah-e-Huda [R]
23:40 Friday Sermon [R]

## *Sunday 25th April 2010*

00:50 MTA World News & Khabarnama
01:20 Yassarnal Qur'an: lesson no. 22.
01:40 Tilawat
01:50 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 10th April 1997.
03:00 Khabarnama
03:15 Friday Sermon: rec. on 23rd April 2010.
04:25 Faith Matters
05:25 Wayne Clements Oil Painting: part 1.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:25 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Lajna class with Huzoor, recorded on 22nd March 2009.
07:35 Faith Matters: part 25.
08:40 Food for Thought
09:05 Jalsa Salana Germany 2009: address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, on 15th August 2009 from the ladies Jalsa Gah.
10:00 Indonesian Service
11:00 Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon. Recorded on 22nd February 2008.
12:00 Tilawat
12:20 Yassarnal Qur'an: lesson no. 29.
12:45 Bengali Service
13:55 Friday Sermon [R]
15:00 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Lajna class [R]
16:10 Khabarnama: daily international Urdu news.
16:30 Faith Matters [R]
17:30 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
20:35 Food for Thought [R]
21:00 Gulshan-e-Waqf-e-Nau Lajna class [R]
22:10 Friday Sermon [R]
23:05 Success Stories

## *Monday 26th April 2010*

00:00 MTA World News & Khabarnama
00:40 Tilawat
00:50 Yassarnal Qur'an: lesson no. 29.
01:20 International Jama'at News
01:50 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 16th April 1997.
03:00 Food for Thought
03:20 MTA World News & Khabarnama
03:55 Friday Sermon: rec. on 23rd April 2010.
04:55 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recorded on 31st March 1996. Part 2.
06:05 Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
07:05 Talaba Jamia kay Saath Aik Nasisht with Huzoor, recorded on 28th March 2009.
08:10 Seerat-un-Nabi (saw)
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th November 1997.
10:05 Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon delivered on 19th February 2010.
10:55 MTA Variety: Jamia Ahmadiyya Qadian.
12:00 Tilawat & International Jama'at News
13:00 Bangla Shomprochar
14:00 Friday Sermon: rec. on 17th April 2009.
15:00 MTA Variety [R]
16:00 Khabarnama
16:20 Talaba Jamia kay Saath Aik Nasisht [R]
17:35 Le Francais C'est Facile
18:00 MTA World News
18:25 Arabic Service
19:25 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 17th April 1997.
20:30 International Jama'at News
21:00 Talaba Jamia kay Saath Aik Nasisht [R]
22:05 MTA Variety [R]
23:00 Friday Sermon [R]

## *Tuesday 27th April 2010*

00:00 MTA World News & Khabarnama
00:30 Tilawat, Dars-e-Hadith, Insight & Science and Medicine Review
01:40 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 17th April 1997.
02:55 MTA World News & Khabarnama
03:30 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th November 1997.
04:30 Jalsa Salana Germany 2009: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 16th August 2009.
06:05 Tilawat, Dars-e-Malfoozat, Insight & Science and Medicine Review
07:00 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) class with Huzoor recorded on 26th April 2009.
08:15 Question and Answer Session: rec. on 13th April 1996. Part 1.
09:10 MTA Travel: a visit to the prince's school of Traditional arts.
10:00 Indonesian Service
11:00 Sindhi Service: Sindhi translation of the Friday sermon delivered on 17th July 2009.
12:05 Tilawat, Insight & Science and Medicine Review
12:50 Yassarnal Qur'an
13:05 Bangla Shomprochar
14:10 Majlis Ansarullah UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, on 4th October 2009.
15:00 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) class [R]
16:00 Khabarnama: daily international Urdu news.
16:20 Question and Answer Session [R]
17:05 Yassarnal Qur'an [R]
17:25 Historic Facts
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
19:35 Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 23rd April 2010.
20:35 Insight & Science and Medicine Review
21:10 Gulshan-e-Waqf-e-Nau (Atfal) class [R]
22:10 Majlis Ansarullah UK Ijtema [R]
23:00 Intikhab-e-Sukhan: poem request programme.

## *Wednesday 28th April 2010*

00:05 MTA World News & Khabarnama
00:40 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
01:15 Yassarnal Qur'an
01:30 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 22nd April 1997.
02:35 Learning Arabic: lesson no. 28.
02:55 MTA World News & Khabarnama
03:30 Question and Answer Session: rec. on 13th April 1996. Part 1.
04:25 MTA Travel: a visit to the prince's school of Traditional arts.
05:10 Majlis Ansarullah UK Ijtema: concluding address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, on 4th October 2009.
06:05 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:40 Children's class with Huzoor recorded on 3rd May 2009.
07:30 Qisas-ul-Ambiyaa: Hadhrat Adam (as).
08:35 Question and Answer Session: rec. on 13th April 1996. Part 2.
09:30 Indonesian Service
10:30 Swahili Service
11:30 Tilawat
11:45 Yassarnal Qur'an
12:10 From the Archives: Friday sermon delivered on 20th April 1984 by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra).
13:05 Bangla Shomprochar
14:10 Jalsa Salana UK 2003: opening address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, rec. on 27th July 2003.
15:40 Ken Harris Oil Painting: part 6.
16:10 Khabarnama
16:25 Yassarnal Qur'an [R]
16:45 Question and Answer Session [R]
17:45 MTA World News
18:05 Arabic Service
19:05 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 23rd April 1997.
20:05 Qisas-ul-Ambiyaa [R]
21:05 Children's class [R]
22:00 Jalsa Salana UK 2003 [R]
23:25 From the Archives [R]

## *Thursday 29th April 2010*

00:25 MTA World News & Khabarnama
01:05 Tilawat
01:15 Yassarnal Qur'an
01:35 Liqa Ma'al Arab: a sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 23rd April 1997.
02:35 MTA World News & Khabarnama
03:10 From the Archives: rec. 20th April 1984.
04:05 Ken Harris Oil Painting: part 6.
04:30 Jalsa Salana UK 2003: opening address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, rec. on 27th July 2003.
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:45 Children's class with Huzoor, recorded on 17th January 2010.
08:05 Faith Matters
09:10 English Mulaqat: with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), rec. on 5th May 1996.
10:15 Indonesian Service
11:20 Pushto Muzakrah
12:05 Tilawat
12:30 Yassarnal Qur'an: lesson no. 32.
13:00 Bengali Service: Bengali translation of the Friday sermon, recorded on 23rd April 2010.
14:00 Live Shotter Shondhane
16:00 Khabarnama
16:20 Yassarnal Qur'an [R]
16:40 English Mulaqat [R]
18:00 MTA World News
18:30 Shotter Shondhane [R]
20:30 Faith Matters [R]
21:35 Tarjamatul Qur'an Class: rec. On 12th August 1994.
22:50 Children's class [R]

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).***

**Al Fazl International Weekly, London**

**TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)**

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 17 | Friday 16 April, 2010 | Issue No. 16

# جماعت احمدیہ سیرالیون کے 49ویں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

مختلف وزراء، ممبران پارلیمنٹ، پیراماؤنٹ چیفس، اعلیٰ حکومتی عہدیداران اور غیراز جماعت آئمہ کرام کی شرکت۔

## 415 جماعتوں کے 13500 افراد کی شرکت۔ 2500 سے زائد نومبائعین کی شمولیت

### سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا جلسہ کے موقع پر خصوصی پیغام

حکومتی وزراء اور دیگر سرکردہ شخصیات کی طرف سے جماعت کی طبی و تعلیمی میدان میں خدمات پر خراج تحسین۔

مختلف موضوعات پر مفید علمی و تربیتی تقاریر۔ احمدیہ مسلم ریڈیو کے علاوہ نیشنل ریڈیو اور دیگر ریڈیو سٹیشنز پر جلسہ کی کارروائی براہ راست نشر ہوئی۔

(رپورٹ: محمد قاسم طاهر ۔مبلغ سلسله)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ سیرالیون کو اپنا جلسہ سالانہ مورخہ 5 تا 7 مارچ 2010ء منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ امسال افسر جلسہ سالانہ مسٹر ابراہیم جنجوعہ تھے جو کہ طاہر احمدیہ سیکنڈری سکول Bo کے پرنسپل ہیں۔ جلسہ کے انتظامات کو احسن رنگ میں انجام دینے کے لئے کام کو مختلف شعبہ جات میں تقسیم کیا گیا۔

امسال حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت مکرم بشیر احمد اختر صاحب کو مرکزی مہمان کے طور پر سیرالیون بھجوایا۔ جنہیں سیرالیون میں 21 سال سے زیادہ عرصہ خدمات کی توفیق ملی۔ آپ کی آمد سے جلسہ میں ایک خاص رونق اور جوش پیدا ہوا۔ آپ کے پرانے شاگرد اور احباب جماعت سیرالیون آپ کو اپنے درمیان دیکھ کر اور مل کر بہت خوش تھے اور حضور انور کی اس شفقت پر بے حد شکر گزار تھے۔

جلسہ سالانہ حسب سابق احمدیہ سیکنڈری سکول Bo کے کمپاؤنڈ میں منعقد ہوا۔

مؤرخہ 5 مارچ 2010ء جلسہ سالانہ کا آغاز باجماعت نماز تہجد سے ہوا۔ 10:00 بجے جلسہ کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ مرکزی مہمان مکرم بشیر احمد اختر صاحب نے لوائے احمدیت لہرایا جبکہ محترم ڈاکٹر ادریس بنگورہ صاحب نائب امیر اول نے سیرالیون کا جھنڈا لہرایا۔

صدر مملکت کے نمائندہ وزیر داخلہ آنرایبل داؤدا کمارا مع بعض دوسرے منسٹرز اور ممبرز آف پارلیمنٹ تشریف لائے۔ ان کا استقبال مکرم مولانا سعید الرحمٰن صاحب امیر و مشنری انچارج سیرالیون نے کیا۔

مہمانوں کے آنے کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم سینوسی دین صاحب نے ویلکم ایڈریس میں مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔

اس کے بعد محترم امیر صاحب سیرالیون نے مرکزی مہمان کا تعارف کروایا اور تمام آنے والے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔

## پیغام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مکرم بشیر احمد اختر صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے السلام علیکم کا تحفہ پہنچایا تو احباب جماعت نے نہایت گرم جوشی سے جواب دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پڑھ کر سنایا جو حضور نے ازراہ شفقت جلسہ کیلئے بھجوایا تھا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے پیغام میں جماعت احمدیہ سیرالیون کے جلسہ سالانہ کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ جلسہ کو مبارک کرے اور ہر لحاظ سے کامیاب و کامران فرمائے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے زمانہ کے امام حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور غرض اس جماعت کی یہ ہے کہ وہ تقوی پر قائم ہو اور ان کے عبادات اور نیکیوں کے معیار دوسرے لوگوں سے بلند ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ جماعت کی غرض و غایت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس سلسلہ سے خدا تعالیٰ نے یہی چاہا ہے اور اس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ تقوی کم ہو گیا ہے۔ بعض تو کھلے طور پر بے حیائیوں میں گرفتار ہیں اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ایک قسم کی ناپاکی کی ملونی اپنے اعمال کے ساتھ رکھتے ہیں مگر انہیں نہیں معلوم کہ اگر اچھے کھانے میں تھوڑا سا زہر پڑ جاوے تو وہ سارا زہریلا ہو جاتا ہے اور بعض ایسے جو چھوٹے چھوٹے (گناہ) ریاکاری وغیرہ جن کی شاخیں باریک ہوتی ہیں ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کو تقوی اور طہارت کی زندگی کا نمونہ دکھائے اسی غرض کیلئے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ وہ تطہیر چاہتا ہے اور ایک پاک جماعت بنانا اس کا منشاء ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں فرمایا ہے کہ آپ جو اس جماعت میں داخل ہیں آپ کا فرض ہے کہ آپ حقیقی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے اندر نیک اور پاک تبدیلیاں پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ حقوق کیا ہیں یہی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت، عبادت، توحید اور ذات و صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے ایک درد ہونا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے نمازوں کی طرف خاص توجہ دیں اور عبادات کے اعلیٰ معیار قائم کریں۔ نمازوں کو سمجھ کر پڑھیں یہی ایک امر ہے جس کی بار بار قرآن کریم نے تاکید کی ہے۔۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے آپ کو خلافت کی نعمت سے نوازا ہے اور آپ کو اس کے ذریعہ وحدت کی رسی میں پرو دیا ہے۔ اس کی قدر کریں اور اس کی طرف سے جاری ہونے والی ہدایات نصائح کو حرز جان بنائے رکھیں۔ آپ کی روحانی فلاح اور کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ خلیفۃ المسیح کے قدم پر قدم ماریں۔ آپ کی سب تدبیریں اس کے تابع ہوں۔

ایک اور اہم چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تربیت کیلئے MTA کا انتظام بھی فرمایا ہے۔ جس پر 24 گھنٹے حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور خلفائے احمدیت کے ارشادات آپ تک پہنچتے رہتے ہیں۔ میرے خطبات ہر ہفتہ نشر ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ہر احمدی کو MTA سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔ پس اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ اپنے بچوں کو بھی تلقین کریں کہ وہ باقاعدگی سے MTA سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ (آمین)

اس پیغام کے آخر پر مکرم بشیر احمد اختر صاحب نے سیرالیون کے ساتھ اپنی جذباتی وابستگی کا بھی ذکر کیا۔

مکرم مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے انسان کی پیدائش کا مقصد اور یہ کہ آنحضور ﷺ نے وحشیوں کو انسان، انسان سے بااخلاق اور بااخلاق سے باخدا انسان بنا دیا کے موضوع پر تقریر کی۔

اس کے بعد صدر مملکت کے نمائندہ وزیر داخلہ نے تمام وزراء کی نمائندگی میں تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کو ملک کی سوشل، ریلیجس اور اکنامک ڈویلپمنٹ میں نمایاں کردار ادا کرنے پر مبارکباد دی۔ آپ نے مزید کہا کہ جماعت احمدیہ کی کوششیں اتحاد، محبت اور بھائی چارے کا مکمل نمونہ ہیں۔

آخر پر مکرم امیر صاحب نے دعا کروائی۔ اس طرح پہلا اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔

خطبہ جمعہ مہمان خصوصی مکرم بشیر احمد اختر صاحب صاحب نے دیا۔ آپ نے قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ سے دلچسپ واقعات کی روشنی میں ثابت کیا کہ اسلام امن اور رواداری کا مذہب ہے دہشتگردی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

دوسرا اجلاس مکرم بشیر احمد اختر صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد معزز مہمانوں نے اپنے بیانات میں جماعت احمدیہ کی ایجوکیشن کے میدان میں خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں احمدیہ سکولوں کے طلباء اپنا مثبت کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان میں وزراء بھی شامل ہیں اور مختلف ڈیپارٹمنٹس کے افسران بھی ہر ایک اپنی اپنی جگہ احمدیہ سکولوں سے سیکھنے والے ڈسپلن اور اچھی روایات کو قائم کرنے میں مصروف ہے۔

اس سیشن میں ایک تقریر ہوئی جو مکرم طاہر محمود عابد صاحب نے جماعت احمدیہ کی سیرالیون میں تعلیمی خدمات کے موضوع پر کی۔ دعا کے بعد یہ اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا دن تھا جس کا آغاز حسب روایت باجماعت نماز تہجد سے ہوا۔ اور پہلے اجلاس کا آغاز 9:45 مکرم ڈاکٹر الحاج ادریس بنگورہ صاحب کی صدارت میں تلاوت قرآن مجید اور نظم سے ہوا۔

اس کے بعد بعض افسران نے تقاریر کیں۔

اس سیشن میں پہلی تقریر الحاج آنرایبل پیراماؤنٹ چیف محمد بانیاں صاحب نے کی۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا "زندہ اور محبت کرنے والا خدا"۔ اور دوسری تقریر مکرم اسماعیل نالو صاحب پرنسپل سنیئر سیکنڈری سکول BO کی "سچ بولنے کی اہمیت" کے موضوع پر تھی۔ اور آخری تقریر مولوی نورالدین سیسے کی تھی۔ آپ نے خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں جماعت احمدیہ کے موقف کی وضاحت کی۔ آپ نے بتایا کہ جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جو آنحضرت ﷺ کو صحیح معنوں میں خاتم النبیین مانتی ہے۔

نماز ظہر و عصر کے بعد دوسرے اجلاس میں تلاوت و نظم کے بعد مکرم یوسف کومے صاحب نے "صداقت حضرت مسیح موعودؑ" کے موضوع پر تقریر کی۔ اس سیشن کی آخری دو تقاریر بوجہ بارش نہ ہو سکیں۔

دوسرے دن کے دوسرے اجلاس میں خواتین اور مردوں کے الگ الگ اجلاسات ہوئے۔

جلسہ سالانہ کے تیسرے دن کا آغاز بھی باجماعت نماز تہجد سے ہوا۔ صبح دس بجے اختتامی اجلاس مکرم مولانا سعید الرحمان صاحب امیر و مبلغ انچارج کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت و قصیدہ کے بعد پہلی تقریر محترم بشیر احمد اختر صاحب مرکزی نمائندہ نے کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں تربیت اولاد اور والدین کے حقوق کے موضوع پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔

اس سیشن میں آخر پر مکرم مولانا سعید الرحمٰن صاحب امیر و مشنری انچارج صاحب نے سیرالیون میں احمدیت کی تاریخ اور حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کی سیرالیون میں جماعتی خدمات کے دلچسپ واقعات نہایت ہی مؤثر انداز میں بیان فرمائے۔ اسی طرح جماعت کی سیرالیون میں علمی اور طبی خدمات کے میدان میں ترقیات کا بھی بتایا۔

آخر پر محترم امیر صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

جمعہ اور ہفتہ کی شب بعد از نماز مغرب و عشاء پروجیکٹر کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ کے مختلف پروگرام احباب جماعت کو دکھائے گئے جنہیں بہت دلچسپی اور توجہ سے سب نے دیکھا اور سنا۔

جلسہ کے پہلے سیشن کی Live کارروائی سیرالیون کے نیشنل ریڈیو کے علاوہ 2 دوسرے ریڈیوز پر بھی نشر کی گئی۔ اسی طرح احمدیہ مسلم ریڈیو پر جلسہ کے تینوں دن کے پروگرامز لائیو نشر کئے گئے۔ جلسہ کے تینوں دن میڈیا کے نمائندگان جلسہ کی کارروائی کی کوریج کرتے رہے۔

امسال بھی جلسہ میں ہمسایہ ملک گنی کناکری جو کہ سیرالیون جماعت کے ماتحت ہے مکرم طاہر محمود عابد صاحب مبلغ سلسلہ کی سربراہی میں 24 رکنی وفد نے شرکت کی۔

قارئین الفضل کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ سیرالیون کو خلافت احمدیہ کی نئی صدی میں پہلے سے بڑھ کر ترقیات سے نوازے اور جماعت کی تربیت کے لئے مزید پروگرامز منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین